تحذیرالناس کے رد میں لاجواب علمی دلائل

ختمِ نبوّت اور تحذیرُ النّاس

سید بادشاہ تبسم بخاری

(ایم اے اردو، بی ایڈ)

ادارہ اشاعت العلوم

تحذیرالناس کے رد میں لاجواب علمی دلائل

ختم نبوت

اور

تحذیر الناس

سید بادشاہ تبسم بخاری

(ایم اے اردو بی ایڈ)

ادارہ اشاعت العلوم

ڈسن پورہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

نام کتاب ____ ختم نبوت اور تحذیر الناس

تصنیف ____ سید بادشاہ تبسم بخاری

اشاعت بار اول ____ دسمبر 2011ء

کمپوزنگ ____ ظفر سلطان/محمد عرفان شاہ/غلام یٰسین

صفحات ____ 508

ناشر ____ ادارہ اشاعت العلوم، روشن پورہ، لاہور

تعداد ____ 1100

قیمت ____ روپے

ملنے کے پتے

(۱) مسلم کتابوی دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور

(۲) مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی

(۳) احمد بک کارپوریشن (بیسمنٹ) اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی

(۴) اسلامک بک کارپوریشن (بیسمنٹ) اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی

(۵) مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور

انتساب

اس بلند مرتبہ ہستی کے نام

جس نے تحفظ ختم نبوت کے لئے مجاہد اول کا کردار ادا کیا

یعنی

خلیفہ بلا فصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کا خیال اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں مستغرق ہو جانے سے بھی بدتر ہے (والعیاذ باللہ) آخر تان "تقویۃ الایمان" نامی کتاب پر جا کر ٹوٹی۔ برصغیر کے مسلمانوں میں فتنہ و فساد کا دروازہ اسی کتاب نے کھولا اور انتشار و افتراق کی آگ اسی کتاب کی عبارات نے بھڑکائی۔ اس کتاب کی وجہ سے باہمی خانہ جنگی اور لڑائی بھڑائی کے خدشات کا اعتراف خود شاہ اسماعیل دہلوی کو بھی تھا۔ (ارواح ثلاثہ از مولانا اشرف علی تھانوی)

تلمیذ انور شاہ کشمیری مولانا سید احمد رضا بجنوری دیوبندی تقویۃ الایمان کے متعلق لکھتے ہیں:

> "افسوس ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے مسلمانان ہند و پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فیصدی حنفی المسلک ہیں، دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایسے اختلاف کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطہ میں بھی ایک امام اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں ہے" (انوار الباری ج ۱۳ ص ۱۱۳ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

شاہ اسماعیل دہلوی نے اس طرح کی کتابیں لکھیں اور ان پر ہونے والے معقول اعتراضات کی بوچھاڑ کا دفاع علمائے دیوبند نے اپنے ذمے لیا اور اب تک یہ "فریضہ" وہ نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ کچھ ادارے "تقویۃ الایمان" کی توہین آمیز عبارات کو تبدیل کر کے شائع کر رہے ہیں جو اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ عبارات واقعی توہین آمیز اور مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث ہیں۔ مگر جو تقویۃ الایمانی رنگ میں رنگے اور تنقیصی ماحول میں ڈھلے ہوئے ہیں انہیں عبارات کی تلخی محسوس ہی نہیں ہوتی۔ بیماری کے باعث مریض کے منہ کا ذائقہ بدل جائے تو اس کی زبان تلخ و شیریں کی تمیز بھول جاتی ہے۔

کچھ تقویۃ الایمان کے متعلق:

تحذیر الناس کو سمجھنے کے لئے پس منظر کا جاننا بہت ضروری ہے۔ بالخصوص

"تقویۃ الایمان" کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ شاہ اسماعیل دہلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان" جس کو اُن کے چچا زاد بھائی "تفویۃ الایمان" (یعنی ایمان کو ختم کر دینے والی) کہتے تھے۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تصنیف "کتاب التوحید" کا چربہ ہے۔ دونوں میں بے دھڑک شرک کے من گھڑت فتوے عائد کیے گئے ہیں۔ بتوں کے حق میں اتری ہوئی آیات چن چن کر اور دل کھول کر انبیاء و اولیاء پر چسپاں کر کے صحیح بخاری شریف کی اس حدیث کا مصداق ٹھہرے:

> وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ وَقَالَ اِنَّهُمْ انْطَلَقُوْا اِلٰى اٰيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ: اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ خارجیوں کو بدترین مخلوق سمجھتے تھے اور فرمایا کہ انھوں نے جو آیتیں کفار کے حق میں نازل ہوئیں انہیں اہل ایمان پر چسپاں کر دیا۔
(صحیح بخاری شریف ج ۲ کتاب استتابۃ المرتدین باب قتل الخوارج والملحدین)

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف فرماتے ہیں:

> "الحاصل بتوں اور کاملین کے ارواح میں فرق واضح ہے اور امتیاز غالب ہے۔ پس جو آیات بتوں کے متعلق وارد ہیں اُن کو انبیاء و اولیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم پر حمل کرنا یہ قرآن مجید کی تحریف ہے جو قبیح تحریف ہے اور یہ دین کی بہت بڑی تخریب ہے جیسا کہ تقویۃ الایمان کی عبارتوں میں ہے"۔ (ملفوظات اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۱۲)

دیوبند کے معتبر عالم سید انور شاہ کشمیری بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے!

> "اور میں تقویۃ الایمان سے زیادہ راضی نہیں ہوں..... میں اس لیے راضی نہیں ہوں کہ محض ان عبارات کی وجہ سے بہت سے جھگڑے ہو گئے ہیں"۔ (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۰۲)

اسی صفحہ پر درج ہے کہ

تقویۃ الایمان کے مضامین پر غور وفکر کرنے کے لیے پانچ اشخاص کے سپرد یہ کام کیا گیا اور عبارات وغیرہ بدلنے کا اختیار بھی دیا گیا مگر یہ جماعت دو دھڑوں میں تقسیم ہو گئی جس کے باعث اس کتاب کی تیز کلامی اور شدت میں کمی واقع نہ ہو سکی۔ (ملفوظات محدث کشمیری)

یہی تیز کلامی اور شدت توہین انبیاء و اولیاء پر منتج ہوتی ہے۔

شاہ صاحب کشمیری کے حوالے سے لکھا ہے کہ

''حضرت کے سامنے اس رسالہ کی محدثانہ نقطہ نظر سے بھی خامیاں ضرور رہی ہوں گی''۔ (ایضاً ص ۲۰۲)

آگے لکھا ہے کہ

''نانوتوی صاحب بھی اس رسالہ کے مندرجات سے راضی نہیں تھے۔'' (ص ۲۰۵)

اسی صفحہ پر مولانا حسین احمد مدنی دیوبندی کی یہ رائے درج ہے:

''آپ فرماتے تھے کہ رسالہ تقویۃ الایمان میں حذف و الحاق ہوا ہے (یعنی کچھ عبارات مٹادی گئیں اور کچھ بڑھادی گئیں) اس لیے اس کی نسبت حضرت شہید (اسماعیل دہلوی) کی طرف صحیح نہیں ہے''۔

(صفحہ ۲۰۵ ملفوظات محدث کشمیری)

مگر یار لوگ سیاہی کو سفیدی میں تبدیل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

مولانا حسین احمد مدنی کہتے ہیں کہ

''مصنف ''التحقیق الجدید علی تصنیف الشہید'' (مولانا عبدالشکور دیوبندی مرزاپوری) نے ناقابل انکار دلائل علمی سے ثابت کر دیا کہ جن عبارتوں پر تکفیر کی بنیاد قائم کی گئی ہے وہ (عبارات) سرے سے حضرت شہید کی ہیں ہی نہیں، ان میں تقویۃ الایمان نامی کتاب کو جو

شہرت ہے وہ محتاج بیان نہیں''۔

(مکتوبات شیخ الاسلام حصہ دوم ص ۹۷ مطبوعہ مدنی کتب خانہ اردو بازار گوجرانوالہ)

مدنی صاحب کے اس بیان سے یہ تو ثابت ہوا کہ عبارات واقعی کفریہ ہیں البتہ مولانا مدنی اسکا انکار کرتے ہیں کہ وہ عبارات مولانا اسماعیل صاحب کی ہیں۔ یہ تفصیلات مکتوبات حصہ دوم ص ۱۷۸ تا ۱۸۱ تک پھیلی ہوئی ہیں جس میں وہ کہتے ہیں کہ

''رسالہ تقویۃ الایمان کے دو حصے ہیں حصہ اول عربی جس کا اصلی نام 'رد الاشراک' ہے، حصہ دوم اردو ہے اور حقیقت میں اسی کا نام تقویۃ الایمان ہے..... اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا شہید نے بے شک رد شرک میں رسالہ لکھا تھا مگر اس میں نہ تمہید تھی نہ ترجمہ تھا، نہ فوائد تھے اور نہ وہ اردو میں تھا۔ نہ اسکا نام تقویۃ الایمان تھا بلکہ وہ عربی میں تھا اور اسکا نام 'ردالاشراک' تھا''۔ (ایضاً حصہ دوم صفحہ ۱۷۹)

ساری بحث کے خاتمے بعد پھر کہا گیا کہ

''خلاصہ یہ کہ تقویۃ الایمان مولانا شہید..... کی نہیں ہے اور صراط مستقیم بھی..... مولانا مدنی کا رجحان بھی اسی جانب ہے اور دوسرے اکابر بھی یہی رائے رکھتے ہیں''۔ (صفحہ ۱۸۲ مکتوبات حصہ دوم)

مکتوبات شیخ الاسلام ج سوم میں بھی کہا گیا کہ

''بقیہ تقویۃ الایمان کی طرح بقیہ ''ایضاح الحق'' کے مصنف بھی کوئی اور صاحب ہیں جن کا نام سلطان محمد خاں ہے''۔

(حاشیہ صفحہ ۹۱ مطبوعہ مجلس یادگار شیخ الاسلام غازی منزل کراچی)

اسکے برعکس مولانا یوسف بنوری نے ایضاح الحق کی صحت پر زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے ہیں۔ ملاحظہ ہو اردو ایضاح الحق الصریح۔ بہرحال کوئی ان کتابوں کو محرف و ملحوق قرار دیتا ہے اور کوئی مولانا اسماعیل کی تصانیف بتاتا ہے بھانت بھانت کی بولیاں

ہیں، لیکن عبارتوں کی صحت پر سب متفق ہیں۔

اسی ''ملفوظات محدث کشمیری'' کے جامع سید احمد رضا بجنوری دیوبندی لکھتے ہیں:

''اس پر احقر نے انوار الباری جلد ۱۳ صفحہ ۱۱۳ میں عرض کیا تھا کہ میں اس نسبت میں اس لیے بھی متردد ہوں کہ یہ کتاب عقائد میں ہے جن کے لیے قطعیات کی ضرورت ہے جبکہ اس میں حدیث اطیط بھی مذکور ہے جو شاذ و منکر ہے اگرچہ ابوداؤد کی ہے..... اگر یہ پوری تصنیف حضرت شہید (دہلوی) کی ہوتی تو وہ ایسی ضعیف حدیث سے عقائد کے لیے استدلال نہ کرتے جس سے عقائد تو کیا احکام بھی ثابت نہیں ہو سکتے''۔ (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۰۵)

مولانا عبد الشکور دیوبندی مرزاپوری نے بھی اپنی کتاب ''تحقیق الجدید علی تصنیف الشہید'' مطبع مجیدی کانپور صفحہ ۷ پر لکھا:

''صراط مستقیم، تنویر العین، ایضاح الحق خصوصا تقویۃ الایمان وہ کتابیں ہیں جن کے متعلق شبہات ہیں۔''

نوٹ: زیر بحث حدیث ضعیف و منکر ابوداؤد کی ہے جس میں ہے کہ خدائے تعالیٰ کی وجہ سے اس کا عرش بوجھل کجاوہ کی طرح چڑ چڑ بولتا ہے''۔ (ایضاً ۲۰ ملفوظات)

شاہ اسماعیل دہلوی نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں جو کریہہ اور سخت الفاظ کیساتھ متشدد لب و لہجہ اپنایا، اسکے متعلق اُن کے ایک دیوبندی وکیل صفائی مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب نے اس کو قرآنی اسلوب کی پیروی قرار دیا ہے، لکھتے ہیں:

''مولانا (اسماعیل) کے سامنے خداوند قدوس کی اُلوہیت (ذات خداوندی) کا جو مذاق اڑایا جارہا تھا، یہ شدت اسی کا رد عمل تھی اور اسلوب قرآنی کی پیروی تھی''۔

(شاہ اسماعیل شہید اور انکے ناقد ص ۱۰۵ ناشر دارالمورین اکیڈمی لاہور)

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے شرک کے رد عمل میں کہیں بھی اپنے نیک اور محبوب بندوں کی تحقیر نہیں فرمائی اور نہ انہیں کہیں حقارت آمیز لہجے سے خطاب فرمایا۔ جبکہ شاہ اسماعیل دہلوی نے جگہ جگہ حضور ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں تحقیر آمیز لہجہ اختیار کیا۔ اس بات کا شاہ اسماعیل دہلوی کو خود بھی احساس تھا مگر ذات کی ''بڑائی'' شاید آڑے آگئی ہوگی، صرف اتنا ہی کہہ سکے:

''میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں ہی جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے..... گو اس سے شورش ہو گی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔''

(ارواح ثلاثہ ص ۹۸، مولانا تھانوی)

صد افسوس کہ شرک خفی و جلی کی شورش تو مٹ جاتی مگر شاہ اسماعیل نے جو حرمت رسول کو مجروح کیا ہے اور حضور ﷺ کی شان میں جو گھٹیا الفاظ استعمال کیے ہیں یہ ہر مومن کے سینہ میں آج تک نیزے کی طرح پیوست ہیں۔ اس تحقیر و تضحیک کی کسک مرتے دم تک کم نہیں ہو سکتی۔ کاش شاہ اسماعیل کے بے باک قلم کا رخ انبیاء و اولیاء کی جانب نہ ہوتا۔ تقویۃ الایمان کے انداز بیان نے ہندوستانی مسلمانوں کے دل و دماغ ہلا کر رکھ دیے۔ مولانا ابوالکلام آزاد بھی کہہ اٹھے کہ

''تقویۃ الایمان کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی''۔

(مولانا آزاد کی کہانی مرتبہ مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی ص ۷۹)

محترم جناب رائے محمد کمال اپنی کتاب ''سازشوں کا دیباچہ'' میں تقویۃ الایمان کے چند چونکا دینے والے اقتباسات درج فرما کر لکھتے ہیں:

''شاہ (اسماعیل) صاحب کی رد شرک و بدعت کا انداز بھی بالکل انوکھا تھا۔ وہ تو حید یوں دیتے کہ قلوب و اذہان میں رسول اور رسالت کی قدر و منزلت ختم ہو کر رہ

جاتی۔ ''شفاعت وجاہت ممکن نہیں'' کے عنوان میں مختصر تمہید کے بعد (شاہ اسماعیل) نہایت بے باکی سے تحریر فرماتے ہیں:

''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی، جن اور فرشتے، جبرائیل اور محمد مصطفی ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔'' (تقویۃ الایمان ص ۵۵، ۵۶، المکتبۃ السلفیہ)

قادر مطلق کی شان وعظمت ظاہر کرنے کا یہ رنگ نہ صرف غیر مفید ہے بلکہ لرزہ خیز بھی ہے اس پردے میں مقام نبوت اور محبوب خدا کی ذات اقدس کو نشانہ بنانے سے کئی نئے موضوعات پیدا ہو گئے اس میں سے ایک مسئلہ امکان النظیر کا تھا۔ شکوک وشبہات کی اتنی تیز آندھیاں اٹھیں کہ لوگ پریشان ہو کر پوچھنے لگے، کیا حضرت محمد مصطفی ﷺ کے برابر کوئی اور بھی آسکتا ہے؟ کیا خداوند کریم کوئی اور پیغمبر بھی بھیجے گا؟ امکان النظیر کا موضوع چھڑا تو اظہار صداقت کے لیے مولانا فضل حق خیر آبادی (انہوں نے ہی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ صادر فرمایا تھا) نے ''امتناع النظیر'' ایک کتاب لکھی اور قرآن وحدیث کی روشنی میں بھرپور استدلال کیساتھ اس باطل نظریے کا رد کیا۔... پھر محمد بن عبدالوہاب کا رسالہ ''رد الاشراک'' شاہ اسماعیل صاحب کی نظر سے گزرا اور اس سے متاثر ہو کر انہوں نے تقویۃ الایمان لکھی اس کتاب (تقویۃ الایمان) سے دینی موضوعات میں بے باکی اور آزاد خیالی کا دور شروع ہوا۔ صد حیف عقیدۂ توحید کے نام پر بارگاہ نبوت کی تعظیم وتوقیر میں بے ادبیاں بھی شروع ہو گئیں۔ اس رسالے کا سن تالیف ۱۲۴۰ھ ہے۔ تب سے آج تک معاملہ ہاتھ سے نکلتا ہی جا رہا ہے۔ الغرض مولانا فضل حق خیر آبادی کی تحریک کے تمام جلیل القدر علماء کی دہلی کی جامع مسجد میں مشاورت ہوئی اور اجتماع میں بالاتفاق اس کتاب کا رد کیا۔ شہید آزادی مولانا فضل حق خیر آبادی کی دوسری بلند پایہ کتاب ''تحقیق الفتویٰ'' ہے۔ مولانا فضل رسول بدایونی نے المعتقد المنتقد رقم فرمائی۔ بنابریں (اس بنیاد پر) شاہ صاحب کے مذکورہ رسالہ کی تردید میں بیسیوں چھوٹی

بڑی کتابیں تالیف ہوئیں۔... قرطاس وقلم کا وہ بے دریغ استعمال ہوا کہ نتیجتاً دو مکاتیب فکر وجود میں آگئے۔ جن لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے منسوب غیر مستند قول سے تقویۃ الایمان اور تحذیر الناس کا دفاع کیا وہ آگے چل کر دیوبندی کہلائے اور جن لوگوں نے مولانا فضل حق خیر آبادی کا ہمنوا بن کر (اپنے خیال میں) شان خداوندی اور مقام نبوت کا دفاع کیا، انہوں نے بریلوی نام پایا۔ اس لیے کہ موخر الذکر طبقے کے نمائندے قصبہ بریلی کے ایک عالم دین اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان تھے۔ آمد برسر مطلب، تقویۃ الایمان صراط مستقیم اور تحذیر الناس وغیرہم کی رعایت سے ایک مذہبی مزاج تشکیل پا چکا تھا۔ یہ رنگ انگریزی طالع آزما (ابن الوقت) کے بہت کام آیا.... اگر یہ کہہ دیا جائے کہ ہندوستانی مسلمانوں میں فرقہ واریت اور بغض وعناد کا سب سے اہم سبب تقویۃ الایمان کی تالیف و اشاعت ہے تو یقیناً کچھ غلط نہ ہوگا۔ شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے خدا جانے کس خیال سے سادہ لوح کلمہ گوؤں کو تذبذب میں ڈالا اور سرکار مدینہ ﷺ کی ذات بابرکات سے جذباتی وابستگیوں کو حتی المقدور کمزور کیا۔ بہرحال ایک بات واضح ہے کہ شہید صاحب شیخ محمد (بن) عبدالوہاب سے بہت متاثر تھے اور اپنا یہ رسالہ انہوں نے کتاب التوحید سے بلاواسطہ استفادہ کر کے ترتیب دیا تھا۔ شاہ صاحب کے افکار وعقائد بھی اسی کے منعکس (الٹے) ہیں۔ (سازشوں کا دیباچہ ص ۳۲، ادارہ محمد کمال تعلیم وترقی جامعہ نظامیہ لاہور)

مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی لکھتے ہیں:

''انگریزوں نے وہ ہنگامے دیکھے جو ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء میں دلی کی جامع مسجد میں (تقویۃ الایمان کی وجہ سے) ہوئے اور پھر دیکھا کہ کس طرح مسلمان فرقوں اور ٹولیوں میں بٹے اور یہ سب کچھ اس کتاب (تقویۃ الایمان) کی وجہ سے ہوا، لہٰذا اس کتاب کو ہندوستان کے گوشے گوشے تک پہنچایا جائے تاکہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں۔ وہ آپس میں لڑیں اور انگریز سکون سے حکومت

کرے''۔ (مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۵)

مولانا زید فاروقی نے یہ بھی لکھا ہے:

''پروفیسر محمد شجاع الدین صدر شعبہ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور نے جن کی وفات ۱۹۶۵ء میں ہوئی ہے، اپنے ایک خط میں پروفیسر خالد بزمی لاہور کو لکھا ہے اور اس کا اعتراف کیا ہے کہ انگریزوں نے کتاب تقویۃ الایمان بغیر قیمت کے تقسیم کی ہے''۔ (ایضاً ص ۱۵)

محترم جناب رائے محمد کمال نے علامہ اقبال کا ایک فکر انگیز حوالہ نقل فرمانے سے قبل لکھا:

''تاریخی شہادت یہی ہے کہ کم از کم ہندوستان کی فضا کسی بھی کذاب و مدعی کے لیے بڑی حد تک سازگار ہو چکی تھی۔ اسکا حقیقی سبب مسئلہ امکان النظیر سے جڑا ہوا ہے، یہ اہم راز دانائے راز کی نگاہ میں تھا۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اپنے ایک تاریخی و تحقیقی مضمون ''اسلام اور احمدیت'' میں اس جانب واضح اشارہ فرما گئے ہیں: ''پس قارئین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اسلام کے رخساروں پر اس وقت احمدیت کی جو زردی نظر آ رہی ہے وہ مسلمانان ہند کے مذہبی تفکر کی تاریخ میں کوئی ناگہانی واقعہ نہیں ہے، وہ خیالات جو بالآخر اس تحریک میں رونما ہوئے، ہیں بانی احمدیت کی ولادت سے پہلے دینیاتی مباحث میں نمایاں رہ چکے ہیں''۔ (اقبال اور قادیانی مؤلف نعیم آسی دیوبندی ص ۳۲)

یہ وہی دینیاتی مباحث اور جھگڑے تھے جو تقویۃ الایمان اور مسئلہ امکان النظیر پر ہندوستان کے شہر شہر اور گاؤں گاؤں شروع ہو چکے تھے۔ پھر تحذیر الناس نے ان شعلوں کو اور ہوا دی۔ قادیانیت کی راہ سے نہ صرف کانٹے ہٹا دیئے بلکہ گلپاشی کے لیے پھولوں کے ڈھیر بھی اکٹھے کر دیئے۔ آج جب کوئی قادیانی کسی دیوبندی عالم کی کوئی کتاب تحذیر الناس

کے دفاع میں لکھی ہوئی دیکھتا ہے تو اسکی مسکراہٹیں لبوں سے نکل کر رخساروں تک پھیل جاتی ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی تک پوری منصوبہ بندی کیساتھ جو ماحول پروان چڑھایا گیا اُس میں ایک تو مسلمانوں کے اندر غلط مذہبی خیالات پیدا کر کے ان کو متعدد فرقوں میں تقسیم کرنا تھا دوسرے بشارتوں اور الہامات کو رواج دینا تھا تاکہ مسلمان ہر قسم کی بشارتوں اور الہامات سے مانوس ہو کر ایک نئی بشارت والہام کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو جائیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے عہد قریب میں عجیب قسم کے دعوے سامنے آئے۔ ان دعویداروں کے متبعین آج بھی بڑی عقیدت سے اُن کے دعوے کتابوں میں لکھتے چلے آتے ہیں۔ فتنہ انگیز کتابیں بھی اسی مخصوص طبقے کی ہیں جو آگے جا کر دیوبندی کہلائے اور بشارات والہامات بھی انھی کے بزرگوں کا کرشمہ ہیں۔ خیال رہے کہ وحی والہام اور بشارات ورؤیا کو صحیح طور پر سمجھنا اور سمجھانا علمائے حق کے ساتھ مخصوص ہے۔ عوامی ذوق اور عام پڑھا لکھا طبقہ ان چیزوں کے فرق وتمیز سے عموماً بے بہرہ ہی رہا۔ اگر آپ ان دعاوی کی تفصیل دیکھنا چاہیں تو ''مکتوبات سید احمد شہید'' حیات سید احمد شہید'' اور ''سوانح احمدی'' کا مطالعہ فرمائیں۔ سید صاحب مولانا شاہ اسماعیل دہلوی کے پیر ومرشد تھے۔ جناب اسماعیل صاحب اپنے مرشد کے بارے میں یہ بشارت دیتے ہیں:

''آپ کی ذات والا صفات ابتداء فطرت سے جناب رسالت مآب کی کمال شباہت پر پیدا کی گئی تھی''۔ (صراط مستقیم ص ۳ مطبع احمدی لاہور)

جبکہ ''اسلامی اکادمی لاہور'' سے شائع ہونے والی صراط مستقیم کی عبارت یہ ہے:

''آپ کی ذات والا صفات ابتداء فطرت سے جناب رسالت مآب علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کی کمال مشابہت پر پیدا کی گئی تھی''۔

(ص ۱۵)

اس خبر میں شاہ اسماعیل صاحب نے بڑی عجیب مماثلت بیان کی ہے۔ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''پس ان بزرگوں اور انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں فرق صرف اتنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اُمتوں کی طرف مبعوث ہوتے ہیں اور یہ بزرگ مظان حکم کو قائم کرتے ہیں اور ان کو انبیاء سے وہی نسبت ہوتی ہے جو چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائیوں سے یا بڑے بیٹوں کو اپنے باپ سے نسبت ہوا کرتی ہے''۔ (صراط مستقیم ص ۷۶، ۷۷)

تھانوی صاحب کے مواعظ و ملفوظات ''قصص الاکابر'' میں لکھا ہے:

''مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے.... ''حضرت سید احمد صاحب کے مولانا اسماعیل صاحب شہید جیسے شخص معتقد تھے جو کہ تمام دنیا میں کسی کے معتقد نہ تھے۔ ص ۳۰ م ۸۱ حسن العزیز جلد دوم''۔

(قصص الاکابر صفحہ ۱۰، ادارہ شرف الاسلام لاہور)

معاملہ تھوڑا سا اور آگے بڑھتا ہے۔ دہلوی صاحب اپنے مرشد کا خواب بیان کرتے ہیں کہ: حضور ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے تین عدد چھوہارے سید احمد صاحب کے منہ میں ایک ایک کرکے ڈالتے اور کھلاتے ہیں۔ پھر ایک دن خواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کو غسل دیا اور جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے نہایت عمدہ اور نفیس قیمتی لباس اپنے مبارک ہاتھوں سے آپ کو پہنایا اور پے در پے معاملات اور بے شمار واقعات وقوع میں آئے۔ یہاں تک کہ ایک دن حضرت حق جل وعلا (یعنی اللہ تعالیٰ) نے آپ کا داہنا ہاتھ خاص اپنے دست قدرت میں پکڑ لیا اور کوئی چیز امور قدسیہ سے جو کہ نہایت رفیع اور بدیع (نوایجاد) تھی آپ کے سامنے کرکے فرمایا کہ ہم نے تجھے ایسی چیز عطا کی ہے اور ایسی اور چیزیں بھی عطا کریں گے۔ (ص ۳۱۵، ۳۱۶) اسی سے متصل آگے ایک شخص کے بیعت کی درخواست کا قصہ درج ہے۔ اسمٰعیل صاحب اپنے مرشد کے بارے میں رقمطراز ہیں جو اپنے رب سے مخاطب ہیں:

''ایک بندہ اس امر کی درخواست کرتا ہے کہ مجھ سے بیعت کرے اور

آپ نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا ہے.... پس اس معاملہ میں کیا منظور ہے؟ اس طرف سے حکم ہوا کہ جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا اگرچہ وہ لکھوکھہا ہی کیوں نہ ہو ہم ہر ایک کو کفایت کریں گے''۔

(صراط مستقیم ص ۳۱۶)

تھانوی صاحب کی ملفوظات ''قصص الاکابر'' میں لکھا ہے کہ کچھ فنی علماء، جو صرف و نحو اور معقولات کے علم میں یکتا تھے، آئے اور سید احمد بریلوی سے سوالات کرنے لگے۔ سید صاحب نے اہل علم کی طرز پر ایسے جوابات دیئے کہ مریدین حیران رہ گئے۔ آگے لکھا ہے ''جب مجلس ختم ہوئی تو بعض لوگوں نے پوچھا۔ فرمایا کہ جب یہ لوگ آئے تو میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی، اے اللہ! مجھ کو رسوا نہ کیجیو۔ حق تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بو علی رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو حکم دیا کہ جواب میں اعانت کرو۔ چنانچہ امام صاحب کی روح میرے داہنے طرف تھی اور شیخ کی بائیں طرف۔ جو وہ کہتے تھے میں کہہ دیتا تھا''۔

(قصص الاکابر صفحہ ۱۹)

اس پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے مگر اس شعر پہ اکتفا کیا جاتا ہے جو اسی لمحے موزوں ہوا:

تصرفات کی دنیا میں جب بھی جھانکتے ہیں
زمیں پہ پھول فلک پہ ستارے ناچتے ہیں

سید احمد کی سوانح عمریوں میں شاہ اسماعیل وغیرہ کو بمنزلہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور یار غار وغیرہ لکھا گیا ہے۔ نیز سید صاحب کو مرتبہ امامت پر فائز کرکے منکرین امامت کو باغی اور واجب القتل قرار دیا گیا ہے۔ شاہ اسماعیل صاحب کی زبان سے یہ بیان ملاحظہ فرمائیں:

''ہم ان فتنہ پردازوں کو فی الحقیقت مرتدوں بلکہ اصل کافروں میں شمار کرتے ہیں اور ان کو اہل کتاب کافروں کے مثل جانتے ہیں''۔

(مکتوبات سید احمد شہید ص ۲۳۱)

مسلمانوں کے بارے میں آپ نے یہ بیان پڑھ لیا۔ اب دو بیان سید احمد صاحب کے یہ بھی دیکھ لیں، فرماتے ہیں:

''میرے مخالفین جنہوں نے میرے اس منصب کا انکار کیا ہے ہلاکت اور ذلت میں ڈالے جائیں گے''۔

''میرا ساتھی بے شک محمدیوں میں سے ہے اور میرے مخالف کا ساتھ بلاشبہ کفار میں سے''۔ (مکاتیب سید احمد شہید ص ۱۰۸-۳۹)

خدا ہی جانتا ہے کہ یہ جہاد ہو رہا تھا یا منصب امامت اور امیر المومنین ہونا منوایا جا رہا تھا۔

اسماعیل دہلوی یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں:

''آنجناب (سید احمد) کی اطاعت تمام مسلمین پر واجب ہوگی۔ جس کسی نے آنجناب کی امامت ابتداءً قبول نہ کی یا قبول کرنے سے انکار کیا پس وہی ہے باغی جس کا خون حلال ہے اور جس کا قتل مثل قتل کفار، عین جہاد ہے اور اس کی ہلاکت تمام اہل فساد کی ہلاکت کہ اس طرح رب العباد کی مرضی ہے، چونکہ ایسے اشخاص کی مثال حدیث متواترہ کے موجب جہنم کے کتوں اور ملعون شریروں جیسی ہے۔ یہ اس ضعیف کا مذہب ہے پس اس ضعیف کے نزدیک اعتراض کرنے والوں کے اعتراض کا جواب تلوار کی ضرب ہے''۔

(مکاتیب سید احمد شہید ص ۷۵، ۷۷)

شاہ اسماعیل دہلوی کو سرحدی مسلمانوں سے شدید خطرہ تھا کیونکہ وہ ان کی ''حقیقت جہاد'' کو خوب جانتے تھے لہٰذا ان کے لیے بھی فتوے صادر فرمائے گئے کہ ''اثبات امامت کے بعد حکم امام سے سرتابی سخت گناہ اور قبیح جرم ہے۔۔۔امام کا حکم بزور مخالفوں پر نافذ کریں اس معرکہ میں لشکر امام سے جو شخص قتل ہوگا وہ شہید و نجات یافتہ سمجھا جائے اور لشکر

مخالف کے مقتولین مردود و ناری متصور ہوں گے''۔ (سید احمد شہید از مولانا غلام رسول مہر ص ۲۹۳)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اسی قسم کے دعاوی کی پیروی کی اور ایسے ہی نادر شاہی فتوے صادر کیے۔ مشائخ عظام اور علمائے کرام کے خلاف ایسے دعوے دیوبندی کتابوں میں نقل کیے گئے ہیں جو مرزا بڑی شد و مد سے کرتا رہا، پورا ایک بھی نہ ہوا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی بننے کی کیوں سوجھی؟ اس کے لیے جعفر تھانیسری کا یہ بیان پڑھیے:

''جب مولانا (شاہ اسماعیل) شہید کی پہلی نظر چہرہ مبارک سید (احمد) صاحب پر پڑی تو فرمایا کہ اگر یہ بزرگ اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کرے تو میں بلا تامل انکے ہاتھ پر بیعت کرلوں گا''۔

(سوانح احمدی ص ۳۰۱)

مرزا حیرت دہلوی نے بھی لکھا ہے کہ شاہ اسماعیل نے اپنے پیر کے لقب مہدیت خود بھی قبول کرلیا تھا اور چاہتے تھے کہ لوگوں سے بھی منوائیں''۔ (حیات طیبہ ص ۳۰۹)

ایک ذمہ دار مورخ شیخ محمد اکرام تصدیق کے طور پر لکھتے ہیں:

''سید صاحب کے بعض معتقدین جو انہیں مہدی موعود سمجھتے تھے، یہ خیال کرتے رہے کہ سید صاحب غائب ہوگئے ہیں''۔ (موج کوثر ص ۳۳)

ان کتابوں میں درج ہے کہ لوگوں کو سید صاحب کے بارے میں باقاعدہ تلقین کی جاتی تھی کہ سید صاحب کا ظہور قریب ہے وہ امام وقت ہیں، یہ بھی لکھا ہے کہ سید صاحب نے جہاد پر جاتے وقت اپنی بہن کو تسلی دی کہ جب تک ہندوستان کا شرک، ایران کا رفض، چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھ سے مٹ کر ہر سنت زندہ نہیں ہو جائے گی اللہ رب العزت مجھے نہیں اٹھائے گا۔ (دیکھیے سوانح احمدی) افسوس کہ سید صاحب کا نہ دوبارہ ظہور ہوا کہ لوگوں کے دعوے سچے ہوتے اور نہ ہندوستان سے شرک، ایران سے رفض اور چین سے کفر مٹا کہ سید صاحب کی پیشگوئی پوری ہوتی۔

محترم جناب رائے محمد کمال لکھتے ہیں:

"کاش! اپنے اپنے علماء و مشائخ کو ذات رسول اقدس ﷺ کا بدل نہ سمجھ لیا جاتا۔ اگر لوگ اس بنیادی نکتہ کا ادراک رکھتے کہ ہمارے لیے نبی آخری الزماں کے علاوہ اور کوئی حجت نہیں ہے تو جگ ہنسائی کا ایسا سامان نہ ہوتا۔ الغرض مذکورہ علماء گرامی جس رجحان کو پروان چڑھا رہے تھے اس سے عوام میں شدید گمراہی و بدعقیدگی پھیلی اور امر دلچسپ یہ ہے کہ آگے چل کر زیادہ تر انہی کے افکار سے ڈسے ہوئے افراد، مرزا غلام احمد قادیانی کے فریب میں آئے"۔ (سازش کا دیباچہ ص ۳۰، ۳۱)

سید احمد رائے بریلوی کا ایک بیان اور بھی ملاحظہ فرمائیں:

"میں اللہ کا وہ بندہ ہوں جس کے لیے مچھلیاں پانی میں اور چیونٹیاں سوراخوں میں دعا کرتی ہیں اور جس طرف کو میں نکل جاتا ہوں وہاں کے درخت اور جانور تک مجھے پہچانتے اور سلام کرتے ہیں"۔

(ارواح ثلاثہ ص [illegible] از مولانا اشرف علی تھانوی)

قارئین کے ذہن میں وہ حدیث ضرور ہوگی جس میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں آج بھی اس پتھر کو جانتا ہوں جو میرے اعلان نبوت سے قبل مجھ پر سلام پڑھتا تھا۔ اسی طرح جانوروں کا آکر پہچان کر قدموں پر سر رکھ کر اپنے مالک کا شکوہ کرنا اور درختوں کا حکم ماننا وغیرہ حضور ﷺ کے لیے مخصوص تھا کیونکہ وہ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ اس بیان میں درختوں اور جانوروں کا سلام کرنا بڑی عجیب بات ہے۔ اس بات میں تو کوئی شک و شبہ نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں کا ایک خود کاشتہ پودا تھا مگر دیکھنا یہ بھی ہے کہ اسے اُس وقت کس قسم کا مذہبی ماحول اور دینی لٹریچر میسر آیا کہ وہ بھی مہدی بنا، بھی مسیح اور آخر میں محمد رسول اللہ ﷺ کا ظلی اور بروزی نبی بن بیٹھا۔ آخر وہ کیا اسباب تھے کہ لوگ اس کی خانہ ساز نبوت کے پھندے میں گرفتار ہوتے چلے گئے۔ اور کون سا گمراہ کن مواد تھا جو اسے بھی برباد کر گیا۔ اس جائزے میں ایک تو ابھی آپ نے شاہ اسماعیل اور سید احمد کے حالات

و واقعات ملاحظہ فرمائے۔ آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ شاہ اسماعیل اور مولانا فضل حق خیر آبادی فریقین کے نمائندہ حضرات تھے۔ شاہ اسماعیل کی تقویۃ الایمان اور مسئلہ امکان نظیر کا رد مولانا فضل حق خیر آبادی نے فرمایا۔ یہاں سے دو گروہ ہوئے۔ آگے چل کر جو مولانا شاہ اسماعیل کی کتاب تقویۃ الایمان کے محب و عقیدتمند تھے وہ دیوبندی کہلائے اور مولانا فضل حق خیر آبادی کی ان مسائل میں پیروی کرنے والے بریلوی ہوئے۔ یعنی یہ دیوبندی بریلوی نسبت مقامی حدوں سے نکل کر نظریاتی حدوں تک پہنچ گئی۔ رائے محمد کمال لکھتے ہیں:

"اس بات پر اتفاق کامل موجود نہیں ہے کہ تحریک احمدیہ علمائے دیوبند کی بازگشت تھی یا دیوبندی مسلک وہابیوں کے خمیر سے اٹھا اور جماعت اسلامی، نیچریت، چکڑالویت و دہریت انہی کا ثمر ہے۔ تاہم حقائق واقعی سے اتنا ضرور مترشح ہوتا ہے کہ ملت مرزائیہ نے حلقہ بریلویت و شیعیت میں کوئی خاص فروغ نہیں پایا۔ اہل تشیع میں امام زماں کی غیوبت اور نظریہ امامت درجہ نبوت تک جا پہنچا لیکن وہ پھر بھی جماعت احمدیہ کے مکر و فریب سے بڑی حد تک محفوظ رہے شاید انکی عصبیت (مضبوطی) کام آئی۔ "بریلوی عوام میں کم علمی[1] کے باوجود قادیانیت کا مرض نہیں پھیلا"۔ غالباً اسکا سبب رسول پاک ﷺ سے جذباتی و احساساتی رشتے کی شدت ٹھہری۔ یہ وبا سب سے زیادہ اہل حدیث مکتبہ فکر میں پھوٹی۔ یہاں وابستگان دیوبند کا تذکرہ غیر ضروری ہے کہ ان کی صف سے نکلنے والے (پہلے) وہابیت اپناتے اور پھر ہر قسم کے شکاریوں کے پھندہ میں آجاتے ہیں"۔

(سازش کا دیباچہ ص ۲۰)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"حقائق یہی بتاتے ہیں کہ مولانا بریلوی اُن ایام میں بھی ڈنکے کی

---

(1) کم علمی کا قول رائے کمال صاحب کی رائے ہے اگرچہ ہم اس سے متفق نہیں

چوٹ پر قادیانی دجال کے کفر وارتداد کا فتویٰ صادر کر رہے تھے جب دوسرے مکاتیب فکر کے علماء و مشائخ کو اس میں تامل (تذبذب) تھا۔ بریلویوں کے اعلیٰ حضرت یہاں تک فرما گئے کہ جو مرزائیوں کو کافر نہیں جانتا وہ بھی سخت کافر و منافق ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۳۵) ردّ قادیانیت میں باقاعدہ کتب و رسائل بھی اُن سے یادگار ہیں۔ بریلوی عوام کا مزاج بھی عجیب واقع ہوا۔ شاید احمد رضا خان کی فکر و شخصیت کا اثر ہے کہ یہ کسی آدمی کو پیر فقیر تو مان سکتے ہیں اور وہ بھی اس صورت میں کہ وہ حقیقتاً یا ضرورتاً رسول پاک ﷺ سے وفاداری کا دم بھرتا ہو۔ ایک ظاہر باز یا خدا مست درویش کو آنکھوں پہ اٹھا اور دل میں بٹھا لیں گے مگر صرف اُس وقت تک جب تک وہ سرکار مدینہ ﷺ سے نسبت غلامی کا اقرار کرتا رہے۔ نہیں تو امام کعبہ کو بھی وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ ان میں بھی حد درجہ عصبیت (مضبوطی) دکھائی دیتی ہے اور یوں قادیانی کذاب کی ابلہ فریبیوں (دھوکہ بازیوں) سے یہ طبقہ بھی بچ نکلا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزائی فتنے کے قلع قمع کے لیے سب سے زیادہ کام علمائے دیوبند کر رہے ہیں[1] مگر یہ بھی سچ ہے کہ شاید تشکیک (شکوک و شبہات) بھی ان میں ہی زیادہ پائی جاتی ہے اور کئی اقدار مشترک ہونے کی وجہ سے مرزائیوں کو ان پر شب خون مارنے میں آسانی ہوا کرتی ہے"۔

(سازشوں کا دیباچہ ص ۵۸، ۵۹)

دیوبندیوں کے اہل حدیث ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ علمائے دیوبند علمائے اہل حدیث غیر مقلدین کا پورا پورا احترام کرتے ہیں، اہل حدیث کے وفات شدہ علماء کے

۱؎ "یہ محض رائے کمال صاحب کی ذاتی رائے ہے ہم اس سے ہرگز متفق نہیں"۔

ساتھ دیوبندی علماء باقاعدہ تعزیتی نوٹ لکھتے ہیں۔ اس لیے دیوبندی حضرات ان کے ... بتے ہوئے پہلے اہل حدیث بنتے ہیں اور آئمہ کی تقلید چھوڑ دیتے ہیں، پھر رفتہ رفتہ ... پیدا ہوتی ہے تو ایک نئے طبقہ میں جا پڑتے ہیں جسے "جماعت المسلمین" کہتے ہیں، ... اہل حدیثوں کی ایک متشدد قسم کی شاخ نکلی ہے۔

تقویۃ الایمان کی چند توہین آمیز عبارات:

نہایت مناسب ہوگا کہ چند عبارات تقویۃ الایمان کی بھی پیش کر دی جائیں تاکہ ... کو نتیجہ اخذ کرنے میں دقت پیش نہ آئے۔ دیوبندی وکیل صفائی مولانا اخلاق حسین ... کے یہ جملے پھر تازہ کر لیجئے:

"مولانا (اسماعیل) کے سامنے خداوند قدوس کی اُلوہیت کا جو مذاق اڑایا جا رہا تھا یہ شدت اُسی کا ردعمل تھی اور اسلوب قرآنی کی پیروی تھی"۔ (شاہ اسماعیل شہید اور ... ص ۱۰۵)

یہ قاسمی صاحب کی اللہ تعالیٰ پر بہت بڑی تہمت اور بہتان ہے کہ یہ شدت قرآنی ... ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ابھی ہم تقویۃ الایمان کی توہین آمیز عبارات پیش ... والے ہیں انہیں پڑھ کر بتایا جائے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے شرک پر شدت ... کے بجائے اپنے پیارے نبیوں اور رسولوں کی اسی طرح توہین کی جیسی تقویۃ الایمان میں ہے؟ شرک کریں مشرک اور برا بھلا کہا جائے انبیاء کرام کو۔ کیا یہ قرآنی ... ہے؟ والعیاذ باللہ۔

بالغرض مولانا اسماعیل صاحب کو فی الواقع اگر لوگوں میں بدعات کی برائی نظر آتی ... لوگوں پر سختی کرتے، بے شک انہیں برا بھلا کہہ لیتے حضور ﷺ کی عظمت و عزت کو تو ... نہ کرتے۔ حیرت کی بات ہے کہ یہ برائیاں شاہ اسماعیل کے چچاؤں شاہ عبدالعزیز ... دہلوی، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کی آنکھوں سے کیونکر اوجھل رہیں؟ حالانکہ ... ہے ہیں شاہ اسماعیل صاحب ان بزرگوں کا عشر عشیر بھی نہیں۔ پھر یہ بھی کہ دنیا

خاندان ولی اللّٰہی سے فیض حاصل کرنا چاہتی ہے اور شاہ اسماعیل اس خاندان کے ہوتے ہوئے رائے بریلی کے سید احمد صاحب کے جا مرید ہوتے ہیں، کیوں؟ ع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

فاقہ کش مگر اپنے نبی کے غلام مسلمان کے بارے میں انگریز کی سوچ کو حضرت علامہ اقبال نے شعر میں اس طرح ڈھالا ہے:

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
اس کے بدن سے روح محمد ﷺ نکال دو

روح محمد نکالنے کے کیا سامان کیے گئے؟ درج ذیل چند عبارات ملاحظہ فرمائیں:

''بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کا حق اُس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لیکر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار (کمینے) کے سر پر رکھ دیجئے۔ اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی؟ اور یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے''۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۰ مکتبہ سلفیہ لاہور)

یعنی استمداد و استعانت جو انبیاء و اولیاء سے کی جاتی ہے تو بڑے کا حق لیکر یعنی اللہ کا حق لے کر ذلیل کو دے دیا۔ یہاں ذلیل، انبیاء و اولیاء، کو کہا گیا۔ پھر آگے کہا، جیسے بادشاہ کا تاج بجائے بادشاہ کے سر پر رکھنے کے کسی کمینے اور نیچ کے سر پر رکھ دیا جائے، اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی۔ یہ بات سمجھا کر اب کہتے ہیں کہ خوب اچھی طرح جان لو کہ ہر مخلوق (ساری مخلوق آگئی) بڑا ہو (انبیاء کرام) یا چھوٹا (اولیاء کرام) اللہ کی شان کے آگے چمار (یعنی کسی کمینے اور نیچ) سے بھی ذلیل ہے.... نقل کفر کفر نباشد۔ یعنی چمار کی پھر کچھ حیثیت ہے اللہ تعالیٰ کے آگے انبیاء و اولیاء کی حیثیت چمار جتنی بھی نہیں۔ (والعیاذ باللہ)

شاہ اسماعیل صاحب کے اس جملے پر غور فرمایئے: ''جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا''

''اللہ کے حق سے مراد'' اس کی مدد دینا، فریاد سننا، مشکلیں آسان کرنا، تندرست کرنا وغیرہ ہے ''اس کی مخلوق کو دیا'' سے مراد انبیاء و اولیاء ہیں.... تو بڑے سے بڑے یعنی اللہ تعالیٰ کا حق ذلیل سے ذلیل (یعنی انبیاء و اولیاء) کو دے دیا۔ اس وضاحت پر بھی بندہ اللہ تعالیٰ سے ہزار بار معافی کا طلبگار ہے.... تقویۃ الایمان جو اردو زبان میں لکھی گئی وہ بھی شاہ اسماعیل صاحب دہلوی ہی نے لکھی۔ آیئے دیکھتے ہیں اردو زبان میں ''ذلیل'' کے کیا معنی ہیں؟ فیروز اللغات میں اس کے معنی خوار، رسوا، بدنام اور کمینہ کے ہیں.... بڑے سے بڑے کے مقابل ''ذلیل سے ذلیل'' کہا گیا ہے ''ذلیل سے ذلیل'' جس موڈ میں لکھا گیا اس کا معنی کمینہ سے کمینہ یا نیچ سے نیچ ہوگا۔ اب آیئے قرآن مجید کی طرف سورۃ المنافقون میں فرمایا:

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ

اس کا ترجمہ و تفسیر مفتی محمد شفیع دیوبندی کراچی کی تفسیر معارف القرآن ج ۸ سے لی جاتی ہے اس سورۃ کے شان نزول میں مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ

''ایک موقعہ پر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے (جبکہ غزوہ بنی المصطلق کی فتح کے بعد ایک چشمہ یا کنویں پر پانی کی وجہ سے ایک انصار اور ایک مہاجر کا جھگڑا ہوا اور حضور ﷺ کو اطلاع ہوئی تو جھگڑا مٹا کر سب کو بھائی بھائی بنادیا)۔ اپنی مجلس میں جس میں منافقین جمع تھے اور مومنین میں سے صرف زید بن ارقم رضی اللہ عنہ موجود تھے اس مجلس میں اُس نے انصار کو مہاجرین کے خلاف بھڑکایا اور کہا! اب تمھیں چاہیے کہ جب مدینہ پہنچ جاؤ تو تم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو نکال باہر کرے۔ اسکی مراد عزت والے سے خود اپنی جماعت اور انصار تھے اور ذلیل سے مراد (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین صحابہ تھے۔ حضرت زید بن

اُرقم رضی اللہ عنہ نے جب اس کا یہ کلام سنا تو فوراً بولے کہ واللہ تو ہی ذلیل و
خوار اور مبغوض ہے اور رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے دی ہوئی
عزت اور مسلمانوں کی دلی محبت سے کامیاب ہیں۔''

آگے لکھا ہے کہ حضور ﷺ پر یہ چیز بہت شاق گزری۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساتھ
عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ اجازت فرمائیں تو میں اس منافق کی گردن ماردوں۔ اس
واقعہ کے بعد سورۃ المنافقون اُتری۔ دیوبندی حضرات اپنے مفتی صاحب کی یہ عبارت
ملاحظہ کریں۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ابن اُبی اُس قبیلہ کا سردار تھا اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی اُس کی عزت و
عظمت کے قائل تھے لیکن جس وقت اُس کی زبان سے مومنین،
مہاجرین اور خود رسول اللہ ﷺ کے خلاف الفاظ سنے (الفاظ وہی تھے
یعنی ''ذلیل'' جو شاہ اسماعیل نے انبیاء کے لیے کہے۔ راقم) تو
برداشت نہ کر سکے۔ اسی مجلس میں ابن اُبی کو منہ توڑ جواب دیا۔ پھر رسول
اللہ ﷺ کے سامنے شکایت پیش کر دی۔ اگر آج کل کی برادری پرستی
ہوتی تو اپنی برادری کے سردار کی یہ بات وہ بھی حضور ﷺ تک نہ
پہنچاتے۔'' (معارف القرآن ج ۸ ص ۵۵۰)

ایک عبارت اور دیکھئے:

''اسی واقعہ میں خود ابن اُبی کے صاحبزادے عبداللہ کے واقعہ نے اس
کو کس قدر روشن کر دیا کہ اُن کی محبت وعظمت کا اصل تعلق صرف اللہ
تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے تھا جب اپنے باپ سے اُن کے
خلاف بات سنی تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خود اپنے
باپ کا سر قلم کرنے کی پیشکش کر دی اور اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ
نے اُسے روک دیا''۔ (ص ۵۵۰ ایضاً)

مفتی صاحب کی بات کتنی سچی نکلی کہ آج برادری پرستی اور اکابر پرستی کے شکار ہو
کر لوگوں کو انتہائی توہین آمیز عبارات پڑھ کر بھی کچھ احساس نہیں ہوتا۔ دیکھئے جس سیاق و
سباق میں یہ لکھا گیا ہے کہ ''بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا'' یہ
بات اظہر من الشمس ہے کہ شاہ اسماعیل نے انبیاء و اولیاء کو ذلیل سے ذلیل کہہ کر بہت بڑی
گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔ اوپر جو آیت کریمہ درج کی گئی اس کے متصل ہی ارشاد ہوا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔

(منافقون: ۸)

ترجمہ: حالانکہ (ساری) عزت تو صرف اللہ کے لیے، اُسکے رسول کے لیے اور ایمان
والوں کے لیے ہے مگر منافقوں کو (اس بات) کا علم ہی نہیں۔

منافقین نے مسلمانوں کو مع اُنکے رسول اللہ ﷺ کے معاذ اللہ ذلیل کہا تو اللہ
تعالیٰ نے ان سب کو ''عزت والا'' کہہ کر منافقین کو ذلیل و خوار کر دیا اور نبی کی شان بلند فرما
دی۔ جبکہ اسماعیل دہلوی نے جگہ جگہ بارگاہِ نبوت میں نازیبا اور تحقیر آمیز الفاظ و لب و لہجے
کے ساتھ نبی معظم ﷺ کو اپنے مقام و منصب سے گرانے کی سعی ناکام کی۔ یہاں ایک
اتفاقی واقعے کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ مسجد میں ایک دیوبندی امام نے جماعت کرانا تھی اور
اس وقت ایک آدمی مصروف تلاوت تھا۔ دو تین بار کہنے کے باوجود جب اُس نے قرآن
مجید بند کرنے میں ذرا دیر کر دی تو امام صاحب کو غصہ آگیا۔ انھوں نے جا کر خود اس کے
ہاتھ سے قرآن مجید جھٹکے سے لیا اور الماری کی طرف اچھال دیا۔ جس سے قرآن مجید الماری
سے نیچے زمین پر آرہا۔ سب لوگوں نے توبہ توبہ کی اور کانوں کو ہاتھ لگا کر استغفار پڑھنے
لگے۔ ایک آدمی نے کہا کہ اگر آپ کو غصہ آہی گیا تھا تو اس بندے پر خفا ہو لیتے، قرآن کریم
سے یہ بدسلوکی کیوں کی؟۔ یہی حال مولانا اسماعیل صاحب کا ہے کہ اگر (بقول اُنکے)
معاشرہ کے اندر اعتقادی اور عملی بے راہ روی، مشرکانہ رسوم و تہوار اور بدعات و خرافات کا
دور دورہ تھا تو اُن خرابیوں کو ختم کرنے کے لیے اُن خرابی کرنے والوں پر سختی اور شدت

کچھ قدرت دی ہو کہ جس کو جی چاہے مار ڈالیں یا اولاد دیویں.... یا کسی سے تندرستی چھین لیں کہ ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں، عاجز اور بے اختیار''۔ (ص ۴۸)

اگلے پیرے میں آئندہ کے احوال گنوا کر انبیاء و اولیاء کے بارے میں لکھا:

''ان باتوں میں بھی بندے بڑے ہوں یا چھوٹے، سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان''۔ (ص ۴۸، ۴۹ تقویۃ الایمان)

اللہ تعالیٰ نے بڑے بندوں (یعنی نبیوں) کو اور چھوٹے بندوں (یعنی ولیوں) کو کائنات میں تصرف کرنے کی قدرت عطا فرمائی ہے۔ زندگی اور موت بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے مگر اللہ جس کو چاہے یہ قدرت عطا فرمادے کہ وہ باذن اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کردے اور کوڑھی کو تندرست کردے۔ بظاہر ہاتھ بندے کا ہوگا حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو ایک جیسا عاجز اور بے اختیار نہیں بنایا۔ آئندہ کے احوال بتانے میں بھی سب بندے برابر نہیں۔ وہ جسے چاہے آئندہ کا حال بتلادے۔ اس معاملہ میں سب کو یکساں بے خبر اور نادان بتانے والا خود بے خبر اور نادان ہے بلکہ انبیاء و اولیاء کی بے ادبی کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا انکار کرنے والا بھی ہے۔ اس پر قرآن و حدیث سے دلائل کے انبار پیش کیے جاسکتے ہیں مگر شاہ اسماعیل کے فتووں کا جواب اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت کریمہ میں رکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور (عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر (ہو کر جائیں گے اور کہیں گے) کہ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لیکر آیا ہوں۔ وہ یہ کہ تمہارے سامنے مٹی کی مورت بشکل پرند بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے (سچ مچ) جانور ہو جاتا ہے۔ اور اندھے اور ابرص (کوڑھی) کو تندرست کر دیتا ہوں۔ اور خدا کے حکم سے مردے میں جان

ڈال دیتا ہوں۔ اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو، سب تم کو بتا دیتا ہوں، اگر تم صاحب ایمان ہو تو ان باتوں میں تمہارے لیے (قدرت خدا کی) نشانی ہے''۔ (سورۃ آل عمران آیت ۴۹ ترجمہ فتح محمد جالندھری)

شاہ اسماعیل کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کو عالم میں تصرف کی کچھ قدرت نہیں۔ تصرف کا مطلب ہے، قبضہ و اختیار، کرامت و اعجاز یا قوت و طاقت اور اثر و رسوخ وغیرہ۔ اور نادان کا معنی ہے، ناسمجھ، بے وقوف، احمق، جاہل، انجان وغیرہ (فیروز اللغات)۔ اور یہ بھی کہا کہ بڑے چھوٹے یعنی انبیاء و اولیاء ان باتوں میں بے خبر اور نادان ہیں۔ (والعیاذ باللہ) اگر تصرف کا مطلب ''اختیار'' ہی لیں تو بھی قرآن و حدیث گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں ولیوں کو بفرق مراتب علوم غیبیہ اور اختیارات عطا فرمائے۔ اور نادان کا معنی ''انجان'' لیں تو بھی قرآن و حدیث گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں ولیوں کو حسب مراتب علوم غیبیہ عطا فرمائے۔ سب کو ایک جیسا عاجز اور بے اختیار نہیں بنایا۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا۔ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ "تم میں میرے جیسا ایک بھی نہیں یا میں تمہارے جیسا نہیں۔ حضور ﷺ مظہر صفات الٰہیہ ہیں، مظہر کامل ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں بے بہا اختیارات و تصرفات عطا فرمائے تاکہ حق تعالیٰ کی صفات کا ظہور ان کے وجود پاک سے ہو سکے جو کہ مقصود اصلی ہے۔ آپ کے کمالات و تصرفات کا قرآن و حدیث میں ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اس کے زمانے کے مناسب حال معجزات و تصرفات عطا فرمائے۔ معاذ اللہ سب بندے یکساں عاجز، بے اختیار، بے خبر اور نادان کیونکر ہو سکتے ہیں؟۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعونی طبقہ یکساں عاجز و بے اختیار تھے؟۔ کیا اسماعیل دہلوی گروپ نے قرآن و حدیث سے یہی مفہوم اخذ کیا ہے؟ اور کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے دور کے اطباء و سائنسدان یکساں بے اختیار و عاجز تھے؟۔ اگر یہ بات درست ہے تو جس آیت کریمہ کا اوپر ترجمہ کیا گیا ہے اسکا مطلب کیا لیا جائے گا؟۔ اللہ تعالیٰ نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ قوت و طاقت، وہ اختیارات و تصرفات عطا فرمائے

عاجز نہیں بنایا گیا۔ سورۃ ص ہی میں انھیں خَلِیۡفَۃً فِی الۡاَرۡضِ اور نِعۡمَ الۡعَبۡدُ (زمین میں اللہ کے نائب اور بڑی خوبیوں والے بندے) فرمایا گیا۔"

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

"یعنی کسی کو بخش دو یا نہ دو، تم مختار ہو..... حضرت شاہ صاحب (شاہ عبد القادر) لکھتے ہیں کہ یہ اور مہربانی کی کہ اتنی دنیا دی اور مختار کر دیا"۔ (تفسیر عثمانی)

جب حضرت سلیمان علیہ السلام پر یہ کرم ہے تو اپنے محبوب ﷺ کو جو زمین و آسمان کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمادی ہیں کیا باذن اللہ تعالیٰ وہ مختار کل نہیں ہوں گے؟ اسی سورۃ میں ہے کہ اللہ کے مخلصین بندوں پر شیطان کا کوئی زور نہیں چلے گا۔ (آیت ۸۳)

بتایئے سب بندے چھوٹے بڑے عاجز، بے اختیار اور بے خبر کس طرح اور کیونکر ہو سکتے ہیں؟۔ بے شک سب اللہ کی مخلوق ہیں مگر مراتب و درجات کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ آقا و غلام برابر نہیں۔ ھَلۡ یَسۡتَوِیٰنِ مَثَلًا حضرت سلیمان علیہ السلام کا صحابی پلک جھپکتے تخت نہیں لے آیا؟ کیا کہتے ہیں شاہ اسماعیل کے متبعین کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تصرف و اختیار عطا فرماتا ہے یا نہیں، یا سب ایک جیسے بے اختیار و نادان ہیں۔ (والعیاذ باللہ)

(۴) سورۃ یونس کی آیت ۱۰۶ وَلَا تَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنۡفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ...... الخ لکھ کر شاہ اسماعیل فرماتے ہیں:

"یعنی اللہ زبردست کے ہوتے ہوئے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجئے"۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۲)

"ایسے بڑے شخص" کا اشارہ "اللہ زبردست" کی طرف ہے گویا اللہ تعالیٰ کو شخص بنا ڈالا۔ دوسرے، انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے عظام کو "ناکارہ

...ے" کہا۔ کیونکہ مسلمان نبیوں ولیوں کا توسل اختیار کرتے ہیں جس کو شاہ اسماعیل اور ان کے پیرو "پکارنا" سے تعبیر کرتے ہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"خلاصہ یہ ہے کہ میں تمہارے ان فرضی معبودوں کی عبادت سے سخت نفور اور بیزار ہوں..... میری عبادت خالص اس خداوند قدوس کے لیے ہے..... گویا موت و حیات کا رشتہ جس کے ہاتھ میں ہے بندگی اسی کی ہو سکتی ہے"۔ (تفسیر عثمانی)

آگے لکھا ہے:

"استعانت کے لیے بھی اسی کو پکاریں..... ہمارا بھی یہی ایمان ہے کہ حقیقی مددگار اللہ تعالیٰ ہی ہے یعنی بالذات مشکلیں حل کرنا، فریاد سننا وغیرہ۔ لیکن حضور ﷺ یا دیگر اولیائے کرام سے استعانت مجازاً ہے جو وسیلہ کے معنوں میں ہے، جس کے قائل علمائے دیوبند بھی ہیں"۔

مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے"۔ (تفسیر عثمانی)

ثابت ہوا کہ وَلَا تَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ کا معنی یہ ہے "اللہ کے سوا اس کی بندگی نہ کر جو نہ تیرا بھلا کر سکے نہ برا" (کنز الایمان) اس آیت میں پوجنے کی ممانعت ہے، پکارنے یا مدد لینے کی نہیں کہ ظاہری استعانت انبیاء و اولیاء سے لی جا سکتی ہے۔ وَلَوۡ اَنَّھُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا...... (النساء ۶۴) میں وَاسۡتَغۡفَرَ لَھُمُ الرَّسُوۡلُ "اور رسول بھی ان کو بخشواتا" (ترجمہ محمود الحسن) اس

جائیں گے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی اسی خیال کے تحت سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضور (ﷺ) کی تعظیم ومحبت ہی وہ نقطہ ہے جس پر قوم مسلم کی تمام پراگندہ (منتشر) قوتیں اور منتشر جذبات جمع ہوتے ہیں اور یہی وہ ایمانی رشتہ ہے جس پر اسلامی اخوت کا نظام قائم ہے''۔ (تفسیر عثمانی)

نوٹ: '' '' بے معنی ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورا اردو شریف لکھنا چاہیے... افسوس کہ شاہ اسماعیل اور ان کے پیرو علمائے دیوبند کے باعث اسلامی اخوت کا نظام بکھر کر رہ گیا، پے در پے توہین آمیز عبارات نے ثابت کر دیا کہ حضور ﷺ کی تعظیم ومحبت کا نقطہ ان کے دل ودماغ سے مٹ گیا تھا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

(۶) ''سارا کاروبار جہاں اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ یا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے... تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر؟''۔ (صفحہ ۸۹) ذرا لہجے کی تلخیاں دیکھیں ''رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا''... ''رسول کو کیا خبر'' کوئی شخص مسلمان ہونے کا مدعی بھی ہو اور پھر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ایسا گھٹیا اور تحقیر آمیز لہجہ استعمال کرے تو کیا اس کے محض دعویٰ اسلام پر اُسے سر پر بٹھا لیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ اگر کسی پیر، بزرگ، اُستاد اور مولانا کا احترام تھا، تو حضور ﷺ کی وجہ سے تھا جب وہ خود ہی اُسی بارگاہ کا بے ادب ہو گیا تو اب اُس کا ادب واحترام کیسا؟ مولانا اخلاق حسین قاسمی کے نزدیک یہ لب ولہجہ قرآنی اسلوب ہے۔ قاری محمد طیب قاسمی دیوبندی لکھتے ہیں:

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی شان بھی عجیب ہے اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش پورا

کرنے میں اس قدر جلدی فرماتے ہیں کہ اِدھر آپ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی اُدھر اللہ تعالیٰ نے فوراً پورا فرما دیا۔ اسی کو یوں کہا جا سکتا ہے کہ مشیت الٰہی بندہ کی مشیت کے تابع ہو گی۔ جو بندہ چاہتا ہے وہی ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ کیساتھ بھی یہی معاملہ تھا۔ آپ کی جو خواہش ہوتی پوری ہو جاتی''۔ (خطبات حکیم الاسلام ج اول ص ۱۹۳)

''مشیت الٰہی بندہ کی مشیت کے تابع ہو گی'' کے الفاظ اگر کوئی سُنّی بریلوی لکھتا تو خدا [...] اس غریب کی پشت پر کتنے تازیانے برسائے جاتے۔ اب بات چونکہ گھر کی ہے، [...] حسین کے نعرے بلند ہوں گے۔ بہر حال شاہ اسماعیل انبیاء واولیاء کو اللہ تعالیٰ کے [...] مد مقابل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ (والعیاذ باللہ)

(۷) شاہ اسماعیل نے ایک حدیث پاک لکھ کر اسکی تشریح ان الفاظ میں کی:

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء، انبیاء، امام زادے، پیر، شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم کیا، ہم ان کے چھوٹے ہیں''۔ (تقویۃ الایمان ص ۹۲)

قرآن وحدیث نے ایمان واسلام کے رشتے کے اعتبار سے جو مومنانہ اخوت و [...] بھائی چارگی کا درس دیا ہے، اس میں اور جو شاہ اسماعیل صاحب نے چھوٹے بھائی اور [...] بھائی کا تصور پیش کیا ہے، دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ جن دیوبندی علماء [...] اس عبارت کا جواب بطور وکیل صفائی دیا ہے وہ شاہ اسماعیل کے اس جملے کے بارے [...] لکھتے ہیں؟ ''جو'' بڑا بزرگ'' ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ سو اسکی تعظیم بڑے بھائی کی سی [...]'' (تقویۃ الایمان ص ۹۲)

یہ عبارت اسی عبارت سے پہلے ہے جس کو ہم نے اوپر درج کیا ہے۔ بڑا بزرگ

یعنی انبیاء کرام علیہم السلام جیسا کہ خود آگے وضاحت کر دی۔ شاہ اسماعیل صاحب کے اس جملے کا مطلب صاف ٹھہرا یہ ہے کہ حضور ﷺ کی تعظیم اپنے بڑے بھائی جتنی کیجئے۔ دراصل اس عبارت میں شاہ اسماعیل صاحب ''تعظیم'' اور ''عبادت'' کا فرق اور استعمال بتا رہے ہیں لہٰذا وہ کہتے ہیں! ''جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اسکی تعظیم بڑے بھائی کی سی کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے، بندگی اسی کی چاہیے'' یعنی حضور ﷺ انسان ہیں وہ بندگی کے لائق نہیں ہمیں ان کی بندگی نہیں کرنی چاہیے، ان کی تعظیم کرنی چاہیے، کتنی.....؟ بڑے بھائی جتنی۔

دیوبندی علماء جواب کے طور پر قرآن مجید، حضور ﷺ کی زبان اقدس یا صحابہ کرام کے حوالے سے جو ایک دوسرے کو بھائی کہنا بتاتے ہیں وہ وصف ایمانی کے اعتبار سے ہے جس کی نشاندہی فرماتے ہوئے اللہ جل شانہ نے اصول بتایا کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ۔ اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس بھائی چارے کی بنا وہ قدر مشترک ہے جسے ایمان کہتے ہیں۔ تو یہ بھائی چارہ ''وصفی'' ہے، نسبی نہیں۔ اسی الہامی اصول کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ نے عملاً جو بھائی چارہ قائم کیا اُسے تاریخ میں ''مواخات'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس میں قوم جدا، قبیلہ جدا، وطن جدا، مگر ایمان کی قدر مشترک کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ نے مہاجرین و انصار کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ اس بھائی چارے کی عظمت بیان کرتے ہوئے خود رب کریم عزوجل نے فرمایا:

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہو گئے''۔ (آل عمران:۱۰۳)

وصفی بھائی ہونا اختیاری ہے اور اس میں دونوں کا مومن ہونا شرط ہے۔ جبکہ شاہ اسماعیل کا ''بڑے بھائی'' اور ''چھوٹے بھائی'' کہنا نسبی اعتبار سے ہے اور غیر اختیاری ہے۔ اس میں ارادے یا پسند کا کوئی دخل نہیں۔ اس میں صرف ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہونا ضروری ہے، یہ نسب اور خون کا رشتہ ہے، اس میں ایک بھائی مومن اور دوسرا کافر ہو تب

بھی وہ بھائی ہی ہوں گے۔

جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ابولہب، اسی طرح ابولہب کافر ہے مگر ہم لکھتے وقت بھی حضور ﷺ کا چچا کر کے لکھتے ہیں۔ شاہ اسماعیل نے جو کہا کہ انبیاء کی تعظیم بھائی کی جیسے، یہ نسب اور خون کے رشتے سے بڑا بھائی ہونا مراد ہے۔ تو معنی یہ ہوگا کہ حضور ﷺ کی تعظیم اپنے (رشتے میں) بڑے بھائی جتنی کیجئے۔ (والعیاذ باللہ) شاہ اسماعیل صاحب نے بھائی نسبی اعتبار سے کہا اور ان کے وابستگان صفائی میں مثالیں ''وصفی'' اعتبار سے دیتے ہیں۔ دونوں میں عظیم فرق ہے۔ علمائے دیوبند ان عبارات کے خلاف ایک لفظ بھی سننا نہیں چاہتے۔ حکیم مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''رسول خدا ﷺ کی توہین ٹھنڈے دل گوارا ہے مگر ان کے بزرگوں کے قلم پر حرف نہ آئے۔* اگر تقویۃ الایمان ہی دیوبندی دھرم میں دین و ایمان ہے تو تقویۃ الایمان ہی کی روشنی میں انہیں اس عبارت کو خارج کر دینا چاہیے۔ تقویۃ الایمان ص ۶۲ میں ہے ''یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لے'' تقویۃ الایمان کی مندرجہ بالا عبارت نے ان عبارات میں توجیہہ و تاویل کا دروازہ بند کر دیا جن کے ظاہر میں رسول خدا کی توہین و تنقیص ہے''۔ (خون کے آنسو ص ۸۲)

اس موضوع پر ہم آخری بات یہ بھی کہہ دیں کہ وہ درجہ نبوت کی تعظیم درجہ اخوت میں گرانا چاہتے ہیں جیسا کہ ایک اور مقام پر لکھا:

(۹) ''اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔'' (تقویۃ الایمان ص ۸۷)

---

* دیوبند سے ہمارا ایک وہ بنیادی اختلاف ہے جس کے ختم ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔ انہیں اپنے بزرگوں کی عزت بچانے کی فکر ہے، احترام رسول ﷺ کا پاس نہیں۔

دیکھا! توحید کی آڑ میں انبیاء و اولیاء کی کھلی توہین.... لفظوں کا استعمال، بات کہنے کا ڈھنگ اور لب و لہجے کی نرمی و تیزی الگ الگ نتیجے پیدا کرتی ہے اسی لیے تو قرآن کریم نے بارگاہ نبوی ﷺ میں گفتگو کرنے اور بلانے کے آداب سکھائے ہیں۔ کیا قرآن کریم کا یہی اسلوب ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کی عزت و عظمت اور مرتبہ و شان بیان فرمائی ہے یا ''ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر'' کہا ہے، مولانا اخلاق حسین قاسمی دیوبندی نے شاہ اسماعیل کی بے ادبیوں اور گستاخیوں کو اسلوب قرآن کہہ کر کلام مجید کی کتنی بڑی توہین کی ہے:۔

کیا بتاؤں میں تمہیں تجھے ایسوں کا مزاج
جن کو توہین بھی توقیر نظر آتی ہے

قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے کہ اس نے ورق ورق کفار و مشرکین کا رد فرمایا۔ اُن کے بتوں اور خود انہیں جہنم کا ایندھن کہا۔ لیکن کہیں بھی ان کے رد میں اپنے محبوب رسولوں اور نبیوں بلکہ ولیوں تک کی برائے نام بھی تحقیر نہیں کی بلکہ انکی عزت و عظمت کو برقرار رکھتے ہوئے درس ہدایت عطا فرمایا۔ شاہ اسماعیل دہلوی، توحید (وہ بھی خانہ ساز) سکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے بلند مرتبہ رسولوں اور نبیوں کی جا بجا الفاظ کے ذریعہ تحقیر آمیز لب و لہجہ اور کریہہ طرز بیان سے توہین و بے ادبی کرتے چلے گئے۔ اب ان توہین آمیز عبارات کے دفاع میں علمائے دیوبند کمر بستہ ہیں۔ ایسی عبارات نے مرزا غلام احمد قادیانی کو دعویٰ نبوت کا کافرانہ حوصلہ بخشا اور وہ خم ٹھونک کر میدان میں اُتر پڑا۔ علامہ خلیل اشرف صاحب اعظمی قادری لکھتے ہیں:

''یہ بات علی رؤس الاشہاد کہی جا سکتی ہے کہ مولانا محمد اسماعیل دہلوی کی ''تقویۃ الایمان'' کے وجود میں آنے سے پہلے برصغیر کے علماء میں کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں تھا۔ اور اگر تھا تو کم از کم تاریخ اس کو کوئی وقعت نہیں دیتی۔ مگر پھر اچانک ہی اتفاق و اتحاد کی پوری فضا دھندلا

کر رہ گئی اور مولانا محمد اسماعیل کی ''تقویۃ الایمان'' کو افتراق بین المسلمین کا شرف حاصل ہو گیا۔ اور میں علی رؤس الاشہاد کہہ سکتا ہوں کہ یہی انگریزوں کا مقصد تھا جو تقویۃ الایمان کے ذریعہ پورا ہو گیا''۔

(پاک و ہند کی چند اسلامی تحریکیں اور علمائے حق ص ۵۸ مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

(۹) ''اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اُس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے''۔

(تقویۃ الایمان ص ۸۷)

جس حدیث کی یہ توہین آمیز شرح کی گئی ہے اُس میں کہاں یہ بات ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے؟ نہ آداب رسالت کا خیال نہ حدیث کی مناسب تشریح، بس جو دل میں آیا لکھ مارا۔ خدا جانے مولانا اسماعیل اور ان کے ہم نوا بارگاہ رسالت میں پیش کردہ اس توہین آمیز لب و لہجے سے اس قدر کیوں مانوس ہو چکے ہیں کہ انہیں ان الفاظ اور طرز بیان میں کوئی برائی اور خامی نظر ہی نہیں آتی۔ حالانکہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ انداز بیان بات کے مفہوم و معنی کو بدل دیتا ہے۔ بارگاہ نبوت میں شاہ اسماعیل کا انداز بیان ہی سخت اور کریہہ نہیں بلکہ الفاظ کا چناؤ بھی انتہائی گھٹیا اور تحقیر آمیز ہے۔ ''ادب کا مدار عرف پر ہے۔'' (قصص الاکابر صفحہ ۱۹ از تھانوی)

عرف عام میں ایسی عبارات بے ادبیوں میں شمار ہوتی ہیں۔ ایسی عبارات مرزا غلام احمد قادیانی کی نظر سے جب گزری ہوں گی تو اس نے ضرور سوچا ہو گا کہ اگر نبی اور رسول کا یہی مقام و مرتبہ ہے جو شاہ اسماعیل بتا رہے ہیں تو پھر مجھ میں کس بات کی کمی ہے۔ پھر تو میں بھی نبی ہو سکتا ہوں۔ ایسا مواد بھی یقیناً اُس کے جھوٹے دعویٰ نبوت کا سبب بنا ہو گا۔

تقویۃ الایمان کا لب و لہجہ تو آپ نے ملاحظہ فرما لیا۔ اب شاہ اسماعیل کی کتاب ''صراط مستقیم'' کی بھی ایک عبارت کا جائزہ لیتے ہیں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''جناب فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ درجہ تھا کہ لشکر کی تیاری آپ کی نماز میں

بغض سے شروع کی۔ یعنی تمام وسوسے ایک درجے کے نہیں ہوتے، جیسے زنا کے خیال سے بیوی سے مجامعت کا خیال بہتر ہے ایسے ہی نماز میں حضور ﷺ کے خیال سے بیل اور گدھے کا خیال کر لینا بہتر ہے۔

نتیجہ: عام نماز لیں یا مخلصین اہل مکاشفہ کی نماز، محض "خیال" لیں یا صوفیاء کی اصطلاح "شغل رابطہ"، ہر صورت میں گاؤ خر کے خیال کو حضور ﷺ کے خیال سے بہر حال افضل و اعلیٰ قرار دیا گیا ہے۔ (والعیاذ باللہ)

دوسرے یہ کہ شاہ اسماعیل وسوسوں کا موازنہ کر رہے ہیں، لہٰذا حضور ﷺ کا خیال آجانا گویا اُن کے نزدیک وسوسہ ہے، اور اس وسوسے سے بہتر یہ ہے کہ گاؤ خر کا خیال کر لیا جائے۔ (العیاذ باللہ)

علمائے دیوبند کہتے ہیں "صرف ہمت" ایک خاص اصطلاح اور کیفیت کا نام ہے۔ یہاں اُس "صرف ہمت" کی بات ہو رہی ہے، لیکن خود شاہ اسمٰعیل کی عبارت میں اس کا رد موجود ہے۔ دیکھئے انہوں نے خود لکھا:

> "کیونکہ شیخ کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم۔"

بتائیے "شیخ کا خیال" اور "بیل اور گدھے" کا خیال، کیا یہ "صرف ہمت" میں شمار ہوں گے؟

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

تعریف باری کا ایک طرفہ انداز

اس عنوان کے تحت پیر نصیر الدین صاحب نصیر گولڑوی لکھتے ہیں:

"ہر انسان نے اپنے شعور و احساس کے مطابق حمد و ثنا کی، مگر آج تک

اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف اور حمد و ثنا کا یہ طرفہ انداز کسی کے حصے میں نہیں آیا جسے شاہ اسماعیل شہید صاحب نے اختیار کیا، اُن کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں:

اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ مخلوق کا ہر بڑا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان)

اگر موصوف ذرا سوجھ بوجھ سے کام لیتے تو یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ ساری مخلوق ذات باری تعالیٰ کی شان کے آگے عاجز و سرنگوں ہے، یا اسی قسم کے کچھ اور الفاظ استعمال کر سکتے تھے، مگر نہیں صاحب! دل کی بھڑاس بھی تو آخر کوئی چیز ہے۔ مخلوق کا ہر بڑا چھوٹا کہہ کر انہوں نے انبیاء علیہم السلام تک کو شامل کر لیا، یا تو وہ ان کو مستثنیٰ کر دیتے۔ شاہ صاحب اگر زندہ ہوتے تو ہم ان سے یہ بات ضرور دریافت کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی شان اور اُس کی عظمت و یکتائی بیان کرنے کا یہ طریقہ انہیں کہاں سے ہاتھ آیا؟ انہیں یہ احساس تک نہ ہوا کہ مخلوق کے ہر بڑے چھوٹے میں اولیاء، صالحین، شہداء، صدیقین، کے علاوہ انبیاء علیہم السلام بھی تو آتے ہیں کیا یہ سب اللہ تعالیٰ کے سامنے چمار سے بھی نعوذ باللہ زیادہ ذلیل ہیں؟ قارئین خود انصاف کریں کہ یہ جملہ کتنی بڑی گستاخی کا حامل ہے۔ کیا اسی کو تبلیغ توحید اور اشاعت دین کہا جاتا ہے؟ کیا کسی نبی ولی نے اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرتے ہوئے اُس کی مخلوق کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہا یا لکھا ہے؟ استغفر اللہ جن لوگوں میں بات کرنے کا شعور اور سلیقہ بھی نہ ہو انہیں اپنا مقتدیٰ اور پیشوا سمجھنے پر فخر کرنے والے کیسے لوگ ہیں؟ اگر آج کا کوئی وہابی لفظ ذلیل کا عربی میں لغوی معنی (نیچا، عاجز) لے کر دہلوی صاحب کی وکالت کرنا چاہے تو اُسے یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ یہ لفظ اردو میں

استعمال کیا گیا۔ اُردو عرف میں ذلیل کا کیا معنی ہے؟ (کسی بھی
معاشرہ اور زبان میں الفاظ کا استعمال اُس کے عرف کا خیال رکھ کے
کیا جاتا ہے) اور پھر ساتھ پچمار کے لفظ نے تو رہی سہی کسر ہی نکال کر
رکھ دی"۔ (راہ ورسم منزل ہا ص ۲۸۷، ۲۸۸)

تھانوی صاحب کے ملفوظات "قصص الاکابر" میں لکھا ہے "مولانا محمد یعقوب صاحب قصہ فرماتے تھے کہ کسی نے مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کی خدمت میں اعتراضاً عرض کیا کہ مولانا اسماعیل صاحب شہید نے ایک بات تو ایسی لکھی ہے کہ اس کی وجہ سے ان پر کفر عائد ہوئے بغیر چارہ ہی نہیں اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ "اگر اللہ چاہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے سینکڑوں بنا ڈالے۔" (صفحہ ۱۳، ۱۴) یعنی اس سے امکانِ نظیر کا عقیدہ بھی ہوا اور ختم نبوت کا انکار بھی۔

لگے ہاتھوں تھانوی صاحب کی زبانی مولوی اسماعیل صاحب کی شوخ مزاجی ملاحظہ فرمائیں۔ لکھا ہے "ایک صاحب نیتیں بہت پوچھا کرتے تھے۔ (مولوی اسماعیل صاحب نے) اُن سے کہا کہ تمہیں بیت الخلاء جانے کی نیت معلوم ہے، میں بتاؤں۔ یاَیُّہَا النَّفرکُ لوتادھرکُ فِی مُقَامِ الْجھرکُ واخرک۔
(قصص الاکابر صفحہ ۱۸، ادارہ اشرف الامداد لاہور)

ردِعمل:

مولانا شاہ اسماعیل دہلوی نے خود بھی اقرار کیا ہے کہ تقویۃ الایمان کا لہجہ سخت ہو گیا ہے، جو شرک نہیں تھا اُسے بھی شرک لکھ دیا گیا اور یہ بھی خدشہ تھا کہ اس پر ضرور لڑائی جھگڑائی ہوگی۔ اور واقعتاً ایسا ہوا۔ آئیے ایک حدیث مبارکہ پر بات کرتے ہیں پھر تقویۃ الایمان کا رد پیش کیا جائے گا۔ مکہ مکرمہ میں شرک جب اپنی آخری حدوں کو چھو رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مبعوث فرما کر اپنے بندوں پر احسانِ عظیم فرمایا۔ آپ نے شرک کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ اس طرح کہ آج تک کوئی شخص خدائی کا دعویٰ پھر نہ کر سکا۔ امام مسلم بن

حجاج قشیری روایت کرتے ہیں:

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا!
شیطان جزیرۂ عرب میں اپنی عبادت کیے جانے سے (گویا شرک
سے) مایوس ہو گیا ہے لیکن وہ ان کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکائے
گا"۔ (صحیح مسلم، مسند احمد)

وہابیوں کے قبضے (۱۹۲۵ء) سے پہلے حرمین شریفین میں اہل سنت کے جو معمولات تھے جنھیں وہابی اور اُنکے ہمنوا شرک کہتے ہیں، وہ حدیث مذکورہ کی رو سے شرک ہرگز نہیں تھے۔ اسی طرح مولانا شاہ اسماعیل دہلوی کے پیروکار جو بڑی شدومد سے کہتے ہیں کہ اس وقت مسلم معاشرہ کے اندر پھیلی ہوئی بداعتقادی، بے راہ روی اور مشرکانہ رسوم کا بازار گرم تھا لہذا تقویۃ الایمان میں تیزی، درشتی، سخت لب ولہجہ اور تشدد فطری امر تھا۔ لیکن ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ تشدد اور سختی بداعتقادی اور مشرکانہ رسوم کے مرتکب افراد پر ہونی چاہیے تھی جبکہ شاہ اسماعیل نے یہ تشدد پیغمبروں اور ولیوں بالخصوص سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت وعزت پر کیا۔ اصلاح معاشرہ اور تبلیغ توحید کے نام پر انبیاء و اولیاء کو نشانے پر رکھنا کس قدر ظلم عظیم ہے۔ اب جبکہ شاہ اسماعیل کے متبعین خود بھی اس کتاب کی سختی اور تشدد کا اقرار کر رہے ہیں تو یہ بھی تو دیکھیں تاکہ تشدد کا برتاؤ کس چیز پر ہے، توہین آمیز الفاظ کن مقدس ہستیوں کے متعلق کہے گئے۔ حیرت کا مقام ہے کہ اسی دور میں اسی معاشرے کے اندر شاہ اسماعیل کے تین چچا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین بلند مرتبہ علمی مقام پر فائز ہیں، لیکن کسی ایک کے بھی دائرہ بصارت میں یہ مشرکانہ رسوم نہ آسکیں۔ معاشرتی برائیاں اور بدعات وخرافات کس زمانہ میں نہیں ہیں؟ مگر کیا اسماعیل دہلوی جیسا مصلح اور تقویۃ الایمان جیسی کتاب کسی دور میں نہیں آئی۔ اس وقت کے تمام جلیل القدر علماء کا دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا اور اُن حضرات نے بہ اتفاق اس کتاب کو رد کر دیا۔ بدعات وخرافات سے ہمیں انکار نہیں مگر جس زور وشور سے شرک کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے ہم اس سے ہرگز اتفاق نہیں کرتے۔ اسکی وجہ یہ حدیث

مبارکہ ہے ملاحظہ فرمایئے! حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَیْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِیْ وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا۔

(صحیح بخاری ج اول کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی الشہید حدیث نمبر ۱۲۵۷)

ترجمہ: اور بے شک خدا کی قسم مجھے تمہارے متعلق ڈر نہیں ہے کہ میرے بعد شرک کرنے لگو گے بلکہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم دنیا کی محبت میں نہ پھنس جاؤ۔

حضور ﷺ خدا کی قسم اٹھا کر فرمائیں کہ مجھے تم سے شرک کا خطرہ نہیں اور مخالفین اہل سنت ہر بات کو شرک شرک کہہ کر اہل سنت کے پلے باندھیں، فیصلہ قارئین ہی کرلیں کہ کس کی بات کو سچ مانا جائے۔

خانقاہ حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید دہلی کے سجادہ نشین مولانا زید ابوالحسن فاروقی لکھتے ہیں:

''مجھ کو تقویۃ الایمان میں وہابیت کے اثرات نظر آئے۔ لہٰذا میں نے مختصر طور پر محمد بن عبدالوہاب (نجدی) کے حالات کا مطالعہ کیا اور ان کے رسالہ ''ردالاشراک'' کا دقیق نظر سے مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ مولانا اسماعیل نے جو کچھ اس رسالہ میں لکھا ہے نجدی ردالاشراک سے لیا ہے''۔ (مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۱۴)

مولانا زید ابوالحسن فاروقی اپنی کتاب کے ابتدائیہ میں شاہ اسماعیل کے متعلق لکھتے ہیں:

''ان کا میلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا اور نجدی کا رسالہ ''ردالاشراک'' ان کی نظر سے گزرا اور انھوں نے اردو میں ''تقویۃ الایمان'' لکھی۔ اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا، کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہلحدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سلفی کہا۔ آئمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا وہ ختم ہوا،

معمولی نوشت وخواند کے افراد امام بننے لگے اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہ نبوت کی تعظیم واحترام میں تقصیرات (کمی) کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں''۔

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۹)

مولانا زید فاروقی اپنے رسالہ کی وجہ تالیف میں بیان کرتے ہیں کہ

''۱۹۷۸ء میں (دیوبندی) مجلہ الفرقان پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ جو لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔ اس شمارہ میں شاہ اسماعیل سے متعلق ایک مضمون شائع ہوا، دقیق نظر سے مطالعہ کیا۔ فاضل مقالہ نگار نے سترہ افراد کے ۳۷ اقوال نقل کیے ہیں۔ زیادہ تر اقوال مولانا اسماعیل کے مکتبہ فکر کے تربیت یافتگان کے ہیں۔ ایسے افراد کی مدح سرائی کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ مشہور قول ہے ''کس نہ گوید کہ دوغ ما ترش است'' (اپنی لسی کو کوئی کھٹا نہیں کہتا) حضرات ثلاثہ یعنی شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر کے شاگرد ہندوستان کے بلند مرتبہ علماء تھے۔ ان حضرات نے تقویۃ الایمان کی خرابیوں کا بیان کیا ہے اور اس سلسلہ میں رسالے لکھے ہیں.... اگر تقویۃ الایمان ایسی ہی اعلیٰ اور بلند مرتبہ کتاب ہوتی تو یہ گرامی قدر علماء باتفاق کیوں اس کو برا کہتے''؟ [1]

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۱۲،۱)

تقویۃ الایمان کو تفریق وانتشار کا سبب قرار دیتے ہوئے مولانا زید فرماتے ہیں:

''یہی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ کو یہی منظور تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی یک جہتی اور یک مذہبی تمام ہوا اور ۹۰۰ سالہ اسلامی مملکت کا خاتمہ

(۱) معلوم ہوا کہ یہ علمی ورثہ علمائے اہل سنت کے پاس ہے، علمائے دیوبند کے پاس نہیں۔

ہو۔ چنانچہ تیس سال کی مدت میں صدہا سال کی تمام نعمت ہاتھ سے نکل گئی''۔ (ایضاً ص ۱۲)

یہ تھی انگریز کی وہ چال جس نے اسلامی مملکت کا خاتمہ کیا، مسلمانوں میں انتشار کا بیج بویا اور ان کے دلوں سے عظمت مصطفیٰ ﷺ کم کرنے کے لیے ''تقویۃ الایمان'' ایسی فتنہ انگیز کتاب اپنے خرچ پر ادھر ادھر تقسیم کروائی۔ شورش کاشمیری رقمطراز ہیں کہ: ''انگریز کے سامنے ہندوستان میں برطانوی عملداری کو استحکام دینے کے لیے چار سوال تھے۔

(۱) مسلمانوں میں روح جہاد کا فرما ہونا۔

(۲) مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان منافرت پیدا کرنا تاکہ مل کر انگریز سے لڑ نہ سکیں۔

(۳) ''اسلام اور پیغمبر اسلام پر رکیک حملوں کا محاذ کھولا جائے''۔ تاکہ جہاد سے رخ پھیر کر آپس میں مجادلہ و مناظرہ کا بازار گرم کریں۔

(۴) مسلمانوں کے نئے اور پرانے فرقوں کی معرفت متحارب و متصادم عقائد پیدا کرنا تاکہ ملی وحدت پراگندہ (منتشر) ہو جائے''۔ (تحریک ختم نبوت ص ۱۳،۱۲)

چنانچہ پیغمبر اسلام پر حقیر و رکیک حملوں کا ایسا محاذ کھلا کہ آج تک ختم ہونے میں نہیں آیا۔ پہلا حملہ تقویۃ الایمان سے شروع ہوا اور ہر طرف مجادلہ و مناظرہ کے دروازے کھل گئے۔ کتاب ''صراط مستقیم'' نے اور شدت پیدا کی۔ ''تحذیر الناس'' نے پورے ہندوستان کے علمائے حق میں ہلچل پیدا کر دی۔ یک جہتی کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ متحارب و متصادم عقائد نے ملی وحدت کو پراگندہ کر دیا۔ پھر ''براہین قاطعہ'' منظر عام پر آ گئی۔ اس میں پیغمبر اسلام پر واقعی رکیک حملہ کیا گیا تھا، اختلافات کی آگ اور بھڑک اٹھی، دوست دوست سے جدا اور بھائی بھائی کا دشمن بن گیا۔ انگریزی چال کامیاب ہو رہی تھی۔ اہلسنت حیران، یہ کیا ہو رہا ہے۔ اسی دوران ''الجہد المقل'' آ گئی ''یکروزہ'' کی اشاعت بڑھا دی گئی، پھر ''حفظ الایمان''، ''الامداد''، ''فتاویٰ رشیدیہ'' اوپر تلے لائن لگ گئی۔ ایک طرف ان

گستاخانہ عبارات پر مبنی کتابوں کے انبار، دوسری جانب قادیان سے مختلف دعووں کی پکار، قارئین! آپ کو دعوت فکر دی جاتی ہے، سوچئے، پوچھیے، پڑھیے، تحقیق کیجئے۔ یہ کتابیں کن لوگوں نے لکھیں، یہ لوگ کس مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں، انکی وجہ سے شورش اٹھی یا نہیں، مناظرے ہوئے یا نہیں، ملت اسلامیہ کا شیرازہ ان کتابوں کی وجہ سے بکھرا یا نہیں، ان کتابوں پر فتوے عائد ہوئے یا نہیں، ان کے لکھنے والوں پر تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا گیا یا نہیں؟

ایک اہم بات:

مولانا فضل حق خیر آبادی سے چل کر امام احمد رضا بریلوی تک اور وہاں سے آج تک اہل سنت و جماعت جو بریلوی کہلاتے ہیں ان کی کسی ایک کتاب کی نشاندہی کر دیجئے جو کسی معروف و مستند عالم دین نے لکھی ہو اور اس نے پورے ہندوستان میں فتنہ و فساد برپا کر دیا ہو یا اس پر کفر کے فتوے عائد کیے گئے ہوں۔ آپ کو ایک بھی ایسی کتاب نہیں ملے گی۔ اس احسان عظیم پر ہم جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کم ہے۔ یہ سب اللہ جل شانہ کا فضل و کرم اور حضور ﷺ کا فیض اور عنایت ہے۔ وللہ الحمد، کاش! یہ توہین آمیز عبارات پر مبنی کتابیں نہ چھپتیں۔ مسلمان الگ الگ نہ ہوئے ہوتے، ان کتابوں کا دفاع نہ کیا جاتا، کاش! اسے کاش! توبہ کر لی جاتی تو انگریز کامیاب نہ ہوتا۔ شورش کو لکھنا ہی پڑا:

''انگریز ہر چہار سوالوں کا جواب پیدا کرنے میں کامیاب رہا''۔

(تحریک ختم نبوت ص ۱۴)

یہ سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔ ''تبرید النواظر المعروف آنکھوں کی ٹھنڈک'' کتاب میں جناب سرفراز گکھڑوی لکھتے ہیں: ''دو آدمی ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے پاس جھگڑا لے کر آئے۔ جھگڑا ایک چارپائے کے متعلق تھا۔ ایک کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ میرا ہے دوسرا اس کا مدعی تھا کہ یہ میرا ہے۔ آپ نے وہ دونوں کو دلوا دیا۔ اگر آپ حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے، تو آپ نے صاحب حق کی حق تلفی کرتے ہوئے غیر مالک کو نصف دلوا دیا''۔ (ص ۱۰۶، پرانا ایڈیشن) دیکھئے سرفراز صاحب نے ''حق تلفی'' کے الفاظ

لکھے ہیں جس کا مطلب بے انصافی ہوتا ہے۔ ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو اپنے مسلکی مزاج کے مطابق کم علمی اور ناواقفی پر محمول کیا کیونکہ تاویلات کا خیال ان لوگوں کو اپنے اکابر کی متنازعہ عبارات پر سوجھتا ہے اور اعتراضات کی گٹھڑی علوم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے آنے پر کھلتی ہے۔ ''بے انصافی'' کے یہ اعتراضات نئے نہیں۔ بخاری و مسلم کی حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ''بے انصاف'' ذوالخویصرہ نے بھی کہا تھا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ (سنا ہے نئے ایڈیشن سے یہ الفاظ نکال دیئے گئے ہیں)۔

ایک عقیدت مند کی حق گوئی:

مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتی جو علمائے دیوبند کے نیاز مندوں اور شاہ اسماعیل دہلوی کے ارادت مندوں میں سے ہیں، کیا لکھتے ہیں، نمبروار ملاحظہ فرمایئے:

(۱) ''شاہ شہید کے متشددانہ اور حسن ادب سے بعید مسلک سے اختلاف بھی مجھے ورثہ میں ملا ہے، مگر صرف ورثہ کی بات نہیں ہے، خاندانی افکار و آراء کو یکسر محو کر کے برسوں کی حقیقت پسندانہ جستجو اور آزاد مطالعے اور طویل فکر کے بعد اتفاقاً مجھے وہی رائے قائم کرنی پڑی جو شاہ اسحاق کی تھی، علامہ خیر آبادی کی تھی، اور میرے اسلاف کی تھی (یعنی وہابیانہ بے ادبی سے اختلاف۔ راقم)۔

(حیات شاہ محمد اسحاق صفحہ ۱۵،۱۶)

(۲) یہ بھی واقعہ ہے کہ ان میں کئی کمزوریاں بھی تھیں، اُن کے مزاج میں اشتعال تھا، وہ جلد گرم ہو جاتے تھے اور بعض اوقات غصہ میں بے قابو ہو جاتے تھے۔

(ایضاً صفحہ ۳۸)

(۳) ''تشدد و تصلب اور شرک خفی کو شرک جلی کہہ گزرنے کا خود انہوں نے اعتراف کر لیا تھا، اسی تشدد و تصلب کی وجہ سے وہ اپنی تحریروں میں ایک دردمند اور محبت کیش صوفی کے بجائے ایک تند خو اور سخت گیر ملا نظر آتے ہیں۔''

(ایضاً صفحہ ۳۸،۳۹)

(۴) ''وہ تدریج کے اصول کو بھی فراموش کر بیٹھے اور اسی کا نتیجہ تھا کہ نادانستہ طور پر وہ وصل کے بجائے فصل کا باعث بن گئے۔ اُنہوں نے اپنے شعلہ فشاں اور آتش بار مواعظ میں تکفیر مسلمین کا وہ زور باندھا کہ خود ان کے خاندان کے بہت سے ارادت کیش اور نیاز مند بیچ اُٹھے اور خود انہی کے کئی بنی عم (چچازاد) ان سے مناظرہ پر مجبور ہو گئے۔'' (حیات شاہ محمد اسحاق صفحہ ۳۸،۳۹)

ولی اللٰہی ورثے کی رٹ لگانے والے توجہ فرمائیں۔

(۵) شاہ عبدالعزیز حنفیت میں راسخ تھے اور وہ اپنی مسند کے لئے کسی ایسے فرد کا انتخاب گوارا نہیں کر سکتے تھے جو وادی تطبیق و توافق میں سرگرم ہو، چہ جائے کہ عمل بالحدیث کا داعی۔ (ایضاً صفحہ ۴۳)

(۶) ۱۸۱۷ء میں اُنہوں (شاہ اسماعیل) نے سید احمد کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی تحریک جہاد میں شامل ہو گئے اور سید صاحب نے جب ترغیب جہاد کے لئے اقطاع ہند کے دورے شروع کئے تو وہ بھی ان کے ساتھ ساتھ رہتے اور وعظ کہتے تھے۔ ان مواعظ میں وہ ترغیب جہاد پر کم اور تقلید شخصی معین کے خلاف زیادہ زور دیتے تھے۔۔۔۔ اور مسلمان دعوت جہاد کو ''دعوتِ عدم تقلید'' سمجھنے لگے اور اس اضطراب نے جامع (مسجد) دہلی کی اس مجلس مناظرہ کی شکل اختیار کر لی جس میں پہلی بار ولی اللٰہی خاندان کے باہم اختلافات منظر عام پر آئے۔ یہی نہیں بلکہ رسائل و فتاویٰ کا بھی تبادلہ ہونے لگا۔ (ایضاً صفحہ ۴۴)

(۷) شاہ اسماعیل کو متعارف معنوں میں حنفی کہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے وہ قول و عمل دونوں اعتبار سے اہل حدیث تھے اور شاہ عبدالعزیز کی نظر میں مسند عزیزی پر تمکن کے لئے قطعاً موزوں نہیں ہو سکتے تھے۔ (ایضاً صفحہ ۴۶)

(۸) ہم مسلسل اور نیاز مندانہ اور معتقدانہ غور و فکر کے باوجود یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ شاہ اسماعیل نے عدم تقلید کی دعوت، اچانک اور برملا دعوت کے لئے اس وقت کا

انتخاب کن دلائل کی بناء پر کیا تھا؟ اور ترغیب جہاد کے لئے ''تقلید شخص معین''
کے خلاف تحریر و تقریر کی کون سی شرعی ضرورت تھی؟ ایک متفق علیہ رکن اسلام جہاد
کا جذبہ بیدار کرنے کے لئے مختلف فیہ مسائل و جزئیات پر ہنگامۂ اختلاف برپا
کرنا ان کا ایک غیر حکیمانہ انداز دعوت تھا۔ پھر دعوت بھی ایسی پر جوش کہ کراہت
اور حرمت میں اور شرک خفی اور شرک جلی میں کوئی امتیاز نہیں.... نتیجۂ سرحد کے
راسخ العقیدہ مسلمانوں کی اکثریت ان سے بیزار ہوتی چلی گئی۔ (ایضاً صفحہ ۶۰، ۶۱)

(۹) خواص میں بھی خانوادہ ولی اللہی کے منتسبین شاہ اسماعیل کے اس طرز فکر اور
انداز تحریر و تقریر کی تلخیوں اور افتراق انگیزیوں کو برداشت نہ کر سکے اور تحریر و تقریر
کے ذریعہ انکار و ابطال پر مجبور ہو گئے۔ شاہ اسماعیل کے حقیقی عمزاد بھائی مولوی
مخصوص اللہ اور مولوی محمد موسیٰ ان مقابلہ آرا اور ابطال آمادہ علماء کے شانہ بشانہ
صف آرا تھے۔ (ایضاً صفحہ ۶)

ولی اللہی ورثہ کی رٹ لگانے والے علمائے دیوبند غور فرمائیں۔

(۱۰) پورے خاندان میں جن دو قابل ذکر شخصیتوں نے اتفاق و اختلاف کی حدود کو
پہچانا، اصول اور فروع میں امتیاز کیا تو وہ شاہ محمد اسحاق اور ان کے بھائی شاہ
محمد یعقوب تھے۔ ہم آئندہ حوالوں کے ساتھ یہ ثابت کریں گے کہ وہ حنفی تھے اور
شاہ اسماعیل سے قطعاً متفق نہیں تھے۔ (ایضاً صفحہ ۶۲)

(۱۱) سید صاحب کے ساتھ شاہ اسماعیل نے تقریباً ۱۸۱۷ء میں ایک مختصر ہنگامہ آراء
رسالہ تقویۃ الایمان کے نام سے تحریر کیا تو اس کی اشاعت سے ایک ہیجان پیدا
ہو گیا۔ اس کے انداز بیان اور لہجہ کی روش اور تلخی نے شاہ عبدالعزیز و شاہ
عبدالقادر کے بہت سے تلامذہ و خدام کو دل آزردہ اور مایوس کیا۔ چنانچہ اس کے
خلاف رسائل لکھے گئے، تقریریں کی گئیں، مناظرے ہوئے۔
(حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی صفحہ ۲۳ مطبوعہ ارحیم اکیڈمی لیاقت آباد کراچی)

حکیم محمود احمد برکاتی اپنی ایک اور کتاب میں منشی محمد جعفر تھانیسری کی زبانی اُن کی
کتاب ''سوانح احمدی'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مولانا فضل حق خیر آبادی نے کتاب
تقویت الایمان کی اس عبارت، کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو ایک آن میں کروڑوں محمد صلی اللہ علیہ
وسلم پیدا کر ڈالے، پر گرفت کی تو ''اس کے جواب میں مولانا (اسماعیل) نے ایک فتویٰ بہ
دلائل عقلی و نقلی مدلل لکھا ہے.... اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس خوبی سے آپ نے
مخالفوں کا منہ بند کیا ہے'' اس پر حکیم برکاتی صاحب یوں تبصرہ کرتے ہیں ''مخالفین کا منہ تو
بند نہیں ہوا، دین میں جو فتنہ پیدا ہو گیا اور قلب اُمت میں قادیانیت کا جو ناسور پیدا ہو گیا،
اس کا علاج نظر نہیں آتا۔
(کتاب فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ برکات اکیڈمی ۲۹۸/۱ اے لیاقت آباد کراچی، مئی ۱۹۸۷ء)

حکیم محمود احمد برکاتی مزید لکھتے ہیں:

''شاہ اسماعیل کی اس تحریر پر مولانا فضل حق نے یہ اعتراض کیا تھا کہ
نظیر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا امکان تسلیم کر لینے سے ختم نبوت کا
انکار لازم آتا ہے، مگر شاہ (اسماعیل) صاحب کو اپنی بات پر اصرار رہا
اور پھر ان کی حمایت میں مولوی حیدر علی رام پوری نے ان سے بھی
بڑھ کر بات کہی کہ حضور اکرم (ﷺ) ممکن ہے ان (ہمارے) ارض و
سما کے خاتم النبیین ہوں اور وہ مفروض (فرضی نبی) مثیل خاتم النبیین
(یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل خاتم) کسی دوسرے ارض و سما اور کسی
اور دنیا کا خاتم النبیین ہو (صیانۃ الناس من وسوسۃ الخناس بحوالہ امتناع
النظیر صفحہ ۱۵۶)'' (فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون صفحہ ۱۱۲)

آگے برکاتی صاحب رقم طراز ہیں ''ان حضرات نے اثر ابن عباس (قول
صحابی) سے استدلال کیا جو ایک موضوع روایت اور از قبیل اسرائیلیات ہے۔ اس روایت
میں سات زمینوں کے وجود اور ان ساتوں زمینوں میں ہماری زمین کے انبیاء علیہم اور خاتم

النبیین (ﷺ) کی طرح الگ الگ ہر زمین میں دوسرے انبیاء علیہم السلام اور خاتم النبیین ﷺ کا ذکر ہے، گویا اس طرح یہ حضرات امکانِ نظیر کے اثبات کی دھن میں سات زمینوں کے سات خاتم النبیین ثابت کرنے پر تُل گئے اور اس طرح نادانستہ ہی انکارِ ختمِ نبوت کی راہ ہموار ہوئی اور مرزا غلام احمد قادیانی کو یہ جرأت ہوئی کہ وہ نبوت کا اِدّعا کرے، چنانچہ مرزا کے خلیفہ مرزا بشیر احمد نے مولانا محمد قاسم نانوتوی کے رسالہ تحذیر الناس کی (جو اثر ابن عباس کی صحت کے حق میں ہے) ایک عبارت نقل کر کے لکھا ہے:

''اہلِ بصیرت کے نزدیک اس شہادت کو خاص وزن حاصل ہونا چاہیے۔ یہ شہادت مدرسۃ العلوم دیوبند کے نامور بانی حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی ہے (ختم نبوت کی حقیقت صفحہ ۱۵۴۔ طبع کراچی)'' (فضل حق خیرآبادی اور سن ستاون، صفحہ ۱۰۲،۱۰۳)

حکیم صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں ''مولانا محمد قاسم نے ۱۸۷۳ء میں رسالہ تحذیر الناس لکھا اور ۱۸۸۰ء میں مرزا نے اپنے مُلْہِم (الہام کرنے والا) اور مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے'' (حاشیہ صفحہ ۱۱۱) حکیم صاحب نے اس موضوع کا اختتام اس فکر انگیز عبارت پر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''مختصر یہ ہے کہ شاہ اسماعیل کے غیر محتاط اندازِ بیان اور ایک خاص گروہ کے علماء کی طرف سے ان کی بے جا اور ناحق حمایت نے ایک ایسے فتنے کو سر اٹھانے اور پنپنے کا موقع دیا جو ۹۵ سال سے اُمت کے لئے دردِ سر بلکہ دردِ جگر بنا ہوا ہے۔ مولانا فضلِ حق کی فراست نے برمحل اس فتنے کا سدِّ باب کرنا چاہا تھا اور شاہ اسماعیل کی کتاب پر بروقت تنقید کی تھی۔'' (ایضاً صفحہ ۱۱۳)

گھر کی اس بوجھل شہادت کے بعد مزید کسی تبصرے کی ضرورت ہی نہیں۔ اس سے قبل بھی حکیم سید محمود احمد برکاتی نے ''مولانا خیر آبادی کی زندگی کے سلسلے میں چند اغلاط

کی تصحیح'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے ''مولانا (فضل حق) کا جرم صرف یہ تھا کہ جب شاہ اسماعیل نے ۱۸۱۸ء میں امام معین کی تقلید ترک کر کے ''تمسک بالکتاب والسنۃ'' کا (بزعم خود) پرچم بلند کیا اور ''تقویت الایمان'' کے نام سے اُردو میں ایک رسالہ لکھا، جس کا نہ صرف اندازِ بیان حُسنِ ادب سے عاری تھا، بلکہ جمہورِ اُمت کے عقائد کے برعکس شفاعت کا انکار بھی کیا تھا اور نظیرِ نبی (ﷺ) کے امتناع کا بھی انکار تھا تو دہلی کے دینی حلقوں میں ہلچل مچ گئی اور وقت کے علماء، جن میں اکثریت ولی اللّٰہی علماء کی تھی، سخت برہم ہوئے'' (ایضاً صفحہ ۱۰۳) مزید لکھا:

''مولانا فضلِ حق نے جرأت سے کام لے کر امتناع النظیر کے مسئلے پر شاہ اسماعیل کے جواب میں ایک رسالہ تالیف فرمایا اور پھر ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' کے نام سے ایک مبسوط کتاب تحریر فرمائی جس پر علمائے عصر اور خانوادہ ولی اللّٰہی سے وابستہ علماء کے بھی دستخط تھے۔'' (ایضاً صفحہ ۱۰۳)

ان غیر جانبدارانہ بیانات سے معلوم ہوا کہ ولی اللّٰہی سلسلہ کے وابستہ علماء شاہ اسماعیل کے خلاف تھے۔ آج اگر ڈاکٹر خالد دیوبندی وغیرہ اپنے اکابر کا سلسلہ شاہ ولی اللہ سے جوڑتے ہیں تو یہ نری غلط بیانی ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ البتہ ان کے ڈانڈے شاہ اسماعیل سے ہوتے ہوئے محمد بن عبدالوہاب سے ضرور جا ملتے ہیں۔

کیا اب بھی انکار کی گنجائش باقی ہے کہ شاہ اسماعیل کی کتاب تقویۃ الایمان نے ملتِ اسلامیہ کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا؟